تفسیر ابن کثیر
اردو

پ ۳

مصنفہ

علامہ ابن کثیر

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند یوپی

تفسیر ابن کثیر اردو معہ حواشی

جسکے متعلق علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اسکے بعد کی تمام تفاسیر اسی سے ماخوذ ہیں

- مصنف علامہ ابن کثیرؒ
- ترجمہ قرآن پاک۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
- حواشی و عنوانات جدیدہ۔ مولانا انظر شاہ مدرس دار العلوم دیوبند

"مکتبہ فیض القرآن دیوبند" عرصہ دس سال سے ملک و بیرون ملک میں علمی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اور اپنی نوعیت کا واحد علمی مرکز ہے۔

"تفسیر ابن کثیر اردو" کی اشاعت بھی اسی کی ایک شاخ ہے۔ علاوہ چند پاروں کے ہر ماہ کامل ایک پارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ عام ہدیہ دو روپے فی پارہ اور ممبران کیلئے ایک روپیہ چار آنہ فی پارہ۔ علاوہ ڈاک خرچ ہے۔

دائمی شرکت کے لئے فیس ممبری ایک روپیہ ارسال فرما کر مکمل تفسیر کیلئے ممبر بن جائیے۔

ہر ماہ ایک پارہ بذریعہ وی۔ پی دو روپے معہ ڈاک خرچ ارسال ہوگا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوست ملکر ہر پارے کے ہمراہ پانچ نسخے یکجا منگائیں گے تو رعایتی وی۔ پی معہ ڈاک خرچ آٹھ روپے کی ارسال ہوگی۔

اس تفسیر سے متعلق خط و کتابت اور ترسیل زر کا

پتہ

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔ پی)

پاکستانی حضرات کتابوں کی قیمت حافظ عزیزالرحمن صاحب نائب مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام محلہ سنت پورہ لائل پور کو روانہ فرماکر رسید دفتر مکتبہ فیض القرآن دیوبند کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تفسیر ابنِ کثیر (اردو)

مصنفہ

علامہ ابنِ کثیر

ترجمۂ قرآنِ پاک

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند

ابنِ

حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری

محدث دارالعلوم

جس پر

علمائے اسلام کا اتفاق ہے

کہ

اس کے بعد کی

تمام تفاسیر قرآن

اس سے ماخوذ ہیں

پارۂ سوم

تلک الرسل

ناشر

مکتبۂ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

طبع اول ۔۔۔۔۔۔ ایک ہزار
طبع دوم ۔۔۔۔۔۔ ایک ہزار
مطبوعہ ۔۔۔۔۔۔ کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی
ہدیہ ۔۔۔۔۔۔ دو روپیئے (عہ)

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	گروہ انبیاء میں بعض، بعض سے افضل ہیں	۴
۲	ایک دن وہ ہوگا جس میں صرف اپنے ہی اعمال کام آئیں گے	۵
۳	اسم اعظم	۷
۴	آیت الکرسی کی جامعیت	۷
۵	کرسی کی تشریح	۸
۶	دین کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔	۹
۷	اسلام کی دعوت عام طور پر دی جانی چاہیئے	۱۰
۸	ہدایت اور ضلالت	۱۱
۹	حضرت ابراہیم کا نمرود کی خدائی کو چیلنج	۱۲
۱۰	خدا کی کرشمہ کاریاں	۱۳
۱۱	احیاء موتی کا ایک منظر	۱۴
۱۲	ایک نیکی پر لاتناہی نعمتیں	۱۵
۱۳	خدا کے نزدیک اخلاص کے ساتھ صدقہ کرنے والوں کا مرتبہ	۱۶
۱۴	صدقہ دینے والوں کی مثال	۱۷
۱۵	ہدایت کے بعد ضلالت مثال کے آئینہ میں	۱۷
۱۶	انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب	۱۸
۱۷	ایک واقعہ اور دوسری آیت کا شان نزول	۱۹
۱۸	حکمت کی تشریح، حکمت سے کیا مراد ہے اور حکمت کے فضائل	۱۹
۱۹	تم جو کچھ دیتے ہو یا جو کچھ کرتے ہو اس کی خبر خدا تعالیٰ کو ہے	۲۰
۲۰	آیت کا شان نزول	۲۰
۲۱	صحابہ کا ایک تذبذب اور خدا تعالیٰ کا واضح ارشاد	۲۱
۲۲	ایک عجیب واقعہ	۲۱
۲۳	اسلام بھکاری پن کو پسند نہیں کرتا	۲۲
۲۴	سودی کاروبار کی ممانعت	۲۳
۲۵	بعض معاملات کی سود ہیں اور انکے احکام	۲۴
۲۶	ایک اہم اصول	۲۴
۲۷	سود خوری ایک جرم ہے اور اسکی سزا نہایت سخت ہے	۲۴
۲۸	سودی کاروبار سے پائدار نفع نہیں پہنچتا	۲۵
۲۹	سودی کاروبار کے خلاف خدائے قہار کا اعلان جنگ۔	۲۶
۳۰	قرض کے وصول کرنے میں سہولت اور آسانی دینا اجر عظیم کا باعث ہے	۲۷
۳۱	مصارف خیر کے کچھ اور گوشے	۲۷
۳۲	کاروبار اور لین دین کے سلسلہ میں بعض احکام اور بعض مشورے	۲۹
۳۳	تحریر لکھنے والوں کے لئے کچھ خاص ہدایات	۳۰
۳۴	گواہی کے کچھ خاص اصول۔	۳۱
۳۵	سفر میں احکام یہ ہیں۔	۳۲
۳۶	دلوں کے راز پر بھی خدا تعالیٰ مطلع ہے	۳۳
۳۷	سورۂ بقر کا اختتام تمام مضامین کا اجمالی بیان اور بعض حقائق پر ایک مکمل تبصرہ	۳۵
۳۸	آل عمران اور اس کے مضامین کی تفسیر	۳۷
۳۹	توحید کے دلائل	۳۸
۴۰	قرآن کے مضامین کی تقسیم	۳۸
۴۱	بدعت کی بنیاد - آپکی ایک پیشین گوئی	۳۹
۴۲	تاویل کی حقیقت	۴۰
۴۳	راسخین فی العلم کون ہیں	۴۱
۴۴	متشابہات کو نہ سمجھ کر انکا انکار کرنیوالے کافر ہیں	۴۲
۴۵	اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے قبولیت عام حاصل کرے گا	۴۲
۴۶	کفر کا قلع قمع ہونا یقینی ہے	۴۳
۴۷	اسلام کا کفر سے پہلا معرکہ۔ کفر کی شکست اور اسلام کی فتح	۴۳
۴۸	دنیا اور یہاں کی تمام لذتیں فانی ہیں	۴۴
۴۹	صفات نیکوکاران	۴۶
۵۰	اسلام کے مقبول خدا ہونے پر خود خدائے قدوس کی شہادت	۴۷
۵۱	حدیث کا شرق قرن اول کی بعض عبرت خیز شہادتیں	۴۷
۵۲	اب ہدایت کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ صرف اسلام ہے	۴۷
۵۳	آپ کی رسالت عام پر بعض شہادتیں	۴۸
۵۴	امر بالمعروف کرنیوالوں کو تکلیف دینے والے مجرم	۴۹
۵۵	کتاب اللہ سے اعراض پر مواخذہ	۴۹
۵۶	خدائے قادر ہر چیز پر قادر ہے اس کے سوا کسی اور کو قدرت کسی بات کی بھی نہیں	۵۰
۵۷	ترک موالات	۵۱
۵۸	خدا تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں	۵۲
۵۹	اتباع نبی خدا تعالیٰ کی رحمتوں کا پیش خیمہ ہے	۵۲
۶۰	انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں	۵۳
۶۱	مریم علیہا السلام کا عبرت خیز واقعہ	۵۳
۶۲	رزق رسانی کے حیرت انگیز طریقے	۵۵
۶۳	امید کی کرن	۵۶
۶۴	مریم علیہا السلام کی خصوصیات	۵۷
۶۵	علم غیب کا انکار	۵۷
۶۶	عیسیٰ علیہ السلام، ان کی حیرت انگیز پیدائش نبوت اور دم عیسیٰ	۵۸
۶۷	معجزات کی تفصیل	۵۹
۶۸	قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے	۶۰
۶۹	حواری کون تھے۔	۶۱
۷۰	رفع عیسیٰ علیہ السلام۔ مسئلہ کی نزاکت اور ایمان و کفر کا معیار	۶۲
۷۱	عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کوئی حیرت انگیز امر نہیں۔	۶۳
۷۲	وفد نجران	۶۴
۷۳	ضمیر بیدار ہو گیا	۶۵
۷۴	ایک واقعہ عبرت خیز نتائج اور اسلام کو قبول نہ کرنے کے اسباب	۶۶
۷۵	دعوت مباہلہ۔ حق اور باطل	۶۸
۷۶	اہل کتاب کی معاندت، حقائق سے ناواقفی کے باوجود ضد اور ہٹ دھرمی	۷۰
۷۷	فریب دہی کی ناکام کوششیں	۷۱
۷۸	یہودی مالی خیانتوں میں مبتلا ہیں دین کے سلسلے میں ان کی خیانت حیرت انگیز کیوں ہے	۷۲
۷۹	حسن نیت کی معجزہ نمائیاں، ایک حیرت انگیز واقعہ	۷۲
۸۰	کتمان حق پر سزائیں	۷۳
۸۱	کلام ربانی میں رد و بدل سب سے بڑا جرم ہے	۷۴
۸۲	معبود صرف خداوند رب العزت ہے	۷۵
۸۳	میثاق کی یاددہانی	۷۶
۸۴	اسلام کے علاوہ کوئی دین مقبول نہیں	۷۷
۸۵	صدق دل کی توبہ بہر حال قبول ہوتی ہے	۷۹
۸۶	ایک وقت ایسا بھی ہے کہ توبہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔	۷۹

تلک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہمنے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں (یعنی موسیٰ) اور بعضوں کو انہیں

بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ

بہت سے درجوں میں سرفراز کیا۔ اور ہمنے حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے۔ اور ہمنے اُن کی تائید روح القدس (یعنی جبرئیل) سے

وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ

فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ اُن کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل وقتال نہ کرتے بعد اسکے کہ اُن کے پاس (امر حق) کے دلائل پہنچ چکے تھے۔ ولیکن وہ لوگ

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ

باہم (دین میں) مختلف ہوئے سو اُن میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا (اور نوبت قتل وقتال کی پہنچی) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل وقتال

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ٢٥٣ (ع)

نہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں

گروہ انبیاء میں بعض، بعض سے افضل ہیں!

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ رسولوں میں بھی مراتب ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۭ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور حضرت داؤد کو ہمنے زبور دی، یہاں بھی اسی کا بیان کرکے ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض کو شرف ہمکلامی بھی نصیب ہوا جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہم السلام۔ صحیح ابن حبان میں حدیث ہے جس میں معراج کے بیان کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کس نبی کو آپ نے کس آسمان میں پایا؟ جو دلیل ہے اُن کے مرتبوں کے کم وبیش ہونے کی۔ ہاں ایک حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کی کچھ بات چیت ہوگئی تو یہودی نے کہا، قسم ہے اُس خدا کی جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی، مسلمان سے ضبط نہ ہوسکا اُس نے ہاتھ اٹھا کر ایک تھپڑ مارا، اور کہا، خبیث کیا ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ افضل ہیں؟ یہودی نے سرکار نبوی میں آکر اسکی شکایت کی، آپ نے فرمایا، مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو، قیامت کے دن سب بیہوش ہونگے سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، تو میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ خدا کے عرش کا پایہ تھامے ہوئے ہونگے، مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آگئے؟ یا وہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے تھے اور طور کی بے ہوشی کے بدلے یہاں کی بے ہوشی سے بچالئے گئے، پس مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو؛ ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبروں کے درمیان فضیلت نہ دو، پس یہ حدیث بظاہر قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل کوئی تعارض نہیں، ممکن ہے کہ حضور کا یہ فرمان اس سے پہلے ہو کہ آپ کو فضیلت کا علم ہوا ہو۔ لیکن یہ قول ذرا غور طلب ہے، دوسرا جواب

یہ ہے کہ آپ نے محض تواضع اور فروتنی کے طور پر فرمایا ہے نہ کہ حقیقت کے طور پر، تیسرا جواب یہ ہے کہ ایسے جھگڑے اور خلاف کے وقت ایک کو ایک پر فضیلت دینا دوسرے کی شان گھٹانا ہے، اس لئے آپ نے منع فرما دیا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ تم فضیلت نہ دو یعنی صرف اپنی رائے، اپنے خیال اور اپنے ذہنی تعصب سے اپنے نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ فضیلت و تکریم کا فیصلہ تمہارے بس کا نہیں بلکہ یہ خدا کی طرف سے ہے وہ جسے جو فضیلت دے تم مان لو، تمہارا کام تسلیم کرنا اور ایمان لانا ہے ؛ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واضح دلیلیں اور ایسی حجتیں عطا فرمائی تھیں جن سے بنی اسرائیل پر صاف واضح ہو گیا کہ آپ کی رسالت بالکل سچی ہے اور ساتھ ہی آپ کی یہ حیثیت بھی واضح ہو گئی کہ مثل اور بندوں کے آپ بھی اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے اور بیکس غلام ہیں اور روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہم نے اُن کی تائید کی۔ پھر فرمایا کہ بعد والوں کے اختلاف بھی ہمارے قضاء و قدر کا نمونہ ہیں، ہماری شان یہ ہے کہ جو چاہیں کریں ہمارے کسی ارادے سے مراد جدا نہیں ؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ

اے ایمان والو خرچ کرو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن (قیامت کا) آجاوے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی

وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٥٤﴾

اور نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذنِ الٰہی) کوئی سفارش ہوگی اور کافر ہی لوگ ظلم کرتے ہیں (تو تم ایسے مت بنو) ؛

ایک دن وہ ہوگا جسمیں صرف اپنے ہی اعمال کام آئیں گے

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں تاکہ خدا کے پاس اُن کا ثواب جمع ہے اور پھر فرماتا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں خیرات و صدقات کرلو، قیامت کے دن تو خرید و فروخت ہے نہ زمین بھر کر سونا دینے سے جان چھوٹ سکتی ہے، نہ کسی کا نسب اور دوستی محبت کچھ کام آسکتی ہے جیسے اور جگہ ہے فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ؕ یعنی جب صور پھونکا جائیگا اُس دن نہ تو نسب رہے گا نہ کوئی کسی کا پرسان حال ہوگا۔ اور اس دن سفارشیوں کی سفارش بھی کچھ نفع نہ دیگی۔ پھر فرمایا کافر ہی ظالم ہیں یعنی پورے اور پکے ظالم وہ ہیں جو کفر کی حالت میں ہی خدا سے ملیں۔ عطا بن دینارؒ کہتے ہیں شکر ہے خدا نے کافروں کو ظالم فرمایا لیکن ظالموں کو کافر نہیں فرمایا ؛

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا

اللہ تعالیٰ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، زندہ ہے سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا)، نہ اُسکو اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند اُسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں

فِي الْأَرْضِ ۗ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا

میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اسکی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر اور غائب حالات کو

خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ

اور وہ موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لاسکتے مگر جس قدر (علم دینا وہی) چاہے۔ اُسکی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا

وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی۔ اور وہ عالی شان عظیم الشان ہے ؛

خداوند ذوالجلال والاکرام کا تعارف، صفات و ذات اور خصوصیات کا ایک بیان :

یہ آیت آیۃ الکرسی ہے جو بڑی عظمت والی آیت ہے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت

کونسی ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں، خدا اور اس کے رسول ہی کو سب سے زیادہ علم ہے آپ پھر یہی سوال کرتے ہیں بار بار کے سوالات پر جواب دیتے ہیں کہ آیت الکرسی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ابو المنذر! خدا تجھے تیرا علم مبارک کرے، اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اسکی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کریگی اور عرش کے پایہ سے لگی ہوئی ہوگی، (مسند احمد) صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے لیکن یہ آخری قسمیہ جملہ اس میں نہیں، حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں میرے ہاں کھجور کی ایک بوری تھی میں نے دیکھا کہ اس میں سے کھجوریں روز بروز گھٹ رہی ہیں ایک رات میں جاگتا رہا اور اسکی نگہبانی کرتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جانور مثل جوان لڑکے کے آیا میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا، میں جن ہوں، میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے، اس نے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے ہی بال بھی تھے، میں نے کہا کہ کیا جنوں کی پیدائش ایسی ہی ہے؟ اس نے کہا، تمام جنات میں سب سے زیادہ قوت و طاقت والا میں ہی ہوں۔ میں نے کہا کہ تجھکو میری چیز چرانے کی جرأت کیسے ہوئی؟ اس نے کہا، مجھے معلوم ہے کہ تو صدقہ کو پسند کرتا ہے ہم نے کہا پھر ہم کیوں محروم رہیں؟ میں نے کہا تمہارے شر سے بچانے والی کونسی چیز ہے؟ اس نے کہا، آیت الکرسی۔ صبح کو جب میں سرکار محمدی میں حاضر ہوا، تو میں نے رات کا سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا خبیث نے یہ بات تو بالکل سچ کہی (ابو یعلیٰ) مہاجرین کے پاس آپ گئے تو ایک شخص نے کہا، حضور قرآن کی آیت کونسی بہت عظمت والی ہے؟ آپ نے یہی آیۃ الکرسی پڑھ کر سنائی (طبرانی)، آپ نے ایک مرتبہ صحابہ میں سے ایک سے پوچھا کیا تم نے نکاح کرلیا، اس نے کہا، حضرت میرے پاس مال نہیں اس لئے نکاح نہیں کیا، آپ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ الخ یاد نہیں؟ اس نے کہا وہ تو یاد ہے، فرمایا چوتھائی قرآن تو یہ ہو گیا کیا قل یا ایھا الکفرون الخ یاد نہیں؟ کہا ہاں وہ بھی یاد ہے، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، پھر پوچھا کیا اذا زلزلت الخ بھی یاد ہے؟ کہا ہاں، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، کیا اذا جاء نصر اللہ الخ بھی یاد ہے؟ کہا ہاں، فرمایا چوتھائی یہ ہوا کیا آیت الکرسی یاد ہے؟ کہا ہاں، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا (مسند احمد)۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں، میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے میں آکر بیٹھ گیا، آپ نے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا، نہیں، فرمایا اٹھو نماز ادا کرلو، میں نے نماز پڑھی، پھر آکر بیٹھا تو آپ نے فرمایا ابوذر شیطان انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگ، میں نے کہا حضور کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ فرمایا ہاں، میں نے کہا حضور نماز کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا وہ سراسر خیر ہے جو چاہے کم حصہ لے جو چاہے زیادہ، میں نے کہا حضور روزہ؟ فرمایا کفایت کرنیوالا فرض ہے اور خدا کے نزدیک زیادتی ہے۔ میں نے کہا، صدقہ؟ فرمایا بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر بدلہ دلوانے والا، میں نے کہا سب سے افضل صدقہ کونسا ہے؟ فرمایا کم مال والے کا ہمت کرنا، یا پوشیدگی سے محتاج کی احتیاج پوری کرنا، میں نے سوال کیا سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ فرمایا حضرت آدم علیہ السلام، میں نے کہا، وہ نبی تھے؟ فرمایا نبی اور خدا سے ہمکلام ہونے والے، میں نے پوچھا رسولوں کی تعداد کیا ہے؟ فرمایا تین سو اور کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت، ایک روایت میں تین سو پندرہ کا لفظ ہے، میں نے پوچھا حضور آپ پر سب سے زیادہ عظمت والی آیت کونسی اتری ہے؟ فرمایا آیۃ الکرسی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم الخ (مسند احمد) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خزانہ میں سے جنات چرا کر لیجایا کرتے تھے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ نے فرمایا جب تو اسے دیکھے تو کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ، جب وہ آیا، میں نے یہی کہا، پھر اسے چھوڑ دیا، میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا، میں نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس نے وعدہ کیا کہ اب پھر نہیں آؤں گا، آپ نے فرمایا وہ پھر بھی آئے گا۔ میں نے اسے اسی طرح دو تین بار پکڑا، اور اقرار لیکر چھوڑ دیا، میں نے حضور سے ذکر کیا اور آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ وہ پھر بھی آئے گا۔ آخر مرتبہ میں نے کہا اب میں تجھے نہ چھوڑوں گا، اس نے کہا چھوڑ دے میں تجھے ایک ایسی چیز بتاؤں گا کہ کوئی جن یا شیطان تیرے پاس ہی نہ آسکے، میں نے کہا، اچھا بتا، تو کہا وہ آیت الکرسی ہے۔ میں نے آکر حضور سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا، اس نے سچ کہا گو وہ جھوٹا ہے[ع] (مسند احمد) صحیح بخاری شریف میں کتاب فضائل القرآن اور کتاب الوکالۃ

ع ۵ اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات جھوٹے بھی کوئی بات ٹھیک اور سچی کہہ دیتے ہیں ۔ (انظر شاہ کشمیری ۱۷ر اگست ۱۹۵۹ء)

اور صفۃ ابلیس کے بیان میں بھی یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، اس میں ہے کہ زکوٰۃ رمضان کے مال پر میں پہرہ دے رہا تھا جو یہ شیطان آیا اور سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا، تیسری مرتبہ اس نے بتلایا کہ اگر تو رات کو بستر پر جا کر اس آیت کو پڑھ لیگا تو خدا کی طرف سے تجھ پر حافظ مقرر ہوگا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہ آسکے گا۔ (بخاری) ؛ دوسری روایت میں ہے کہ یہ کھجوریں تھیں اور مٹھی بھر وہ لے گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اُسے پکڑنا چاہے تو جب وہ دروازہ کھولے تو کہنا "سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ مُحَمَّدٌ"۔ شیطان نے عذر یہ بتلایا تھا کہ ایک فقیر جن کے بال بچوں کیلئے میں یہ لیجا رہا تھا (ابن مردویہ) پس یہ واقعہ تین صحابہ کا ہوا، حضرت اُبی بن کعبؓ کا، حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا، اور حضرت ابوہریرہؓ کا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، ایک انسان کی اور ایک جن کی ملاقات ہوئی، جن نے کہا، مجھ سے کشتی کریگا اگر مجھے گرا دے تو میں تجھے ایک ایسی آیت سکھاؤنگا کہ جب تو اپنے گھر جائے اور اُسے پڑھ لے تو شیطان اُس میں نہ آسکے، کشتی ہوئی اور اُس آدمی نے اُس جن کو گرا دیا۔ اُس شخص نے کہا، تو نحیف اور ڈرپوک ہے اور تیرے ہاتھ مثل کتے کے ہیں کیا جنات ایسے ہی ہوتے ہیں؟ یا صرف تو ہی ایسا ہے؟ کہا میں تو اُن سب میں قوی ہوں۔ پھر دوبارہ کشتی ہوئی اور دوسری مرتبہ بھی اُس نے گرا دیا تو جن نے کہا، وہ آیت الکرسی ہے جو شخص اپنے گھر میں جاتے ہوئے اُسے پڑھ لے تو شیطان اُس گھر سے گدھے کی طرح چیختا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا ہے، یہ شخص حضرت عمرؓ تھے (کتاب الغریب) ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے وہ آیت آیۃ الکرسی ہے (مستدرک حاکم) ؛ ترمذی میں ہے، ہر چیز کی کوہان اور بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے اور اس میں بھی آیت الکرسی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس سوال پر کہ سارے قرآن میں سب سے زیادہ باعظمت آیت کونسی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ آیت آیۃ الکرسی ہے (ابن مردویہ) ؛

اسم اعظم

حضورؐ فرماتے ہیں، ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالے کا اسم اعظم ہے ایک تو آیۃ الکرسی، دوسری آیت الٓمٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (مسند احمد) ؛ اور حدیث میں ہے کہ اسم اعظم وہ ہے جس کی برکت سے جو دعا خدا سے مانگی جائے وہ قبول کر اُن تین سورتوں میں ہے سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ طٰہٰ (ابن مردویہ) ؛ ہشام بن عمار خطیب دمشق فرماتے ہیں سورۂ بقرہ کی آیت آیۃ الکرسی ہے اور آل عمران کی پہلی ہی آیت اور طٰہٰ کی آیت وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۝ ہے اور حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اُسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے (ابن مردویہ) اس حدیث کو امام نسائیؒ نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں نقل کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کی سند شرط بخاری پر ہے لیکن ابو الفرج ابن جوزی اسے موضوع کہتے ہیں واللہ اعلم، تفسیر ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے لیکن اسکی اسناد بھی ضعیف ہے، ابن مردویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ بن عمرانؑ کی طرف وحی کی کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرو جو شخص یہ کریگا میں اسے شکر گذار دل اور ذکر کرنے والی زبان دوں گا اور اسے نبیوں کا ثواب اور صدیقوں کا عمل دوں گا اس پر ہمیشگی صرف نبیوں سے ہوتی ہے یا صدیقوں سے یا اس بندے سے جس کا دل میں نے ایمان کے لئے آزما لیا ہو یا اُسے اپنی راہ میں شہید کرنا چاہتا ہوں، لیکن یہ حدیث بہت منکر ہے، ترمذی کی حدیث میں ہے جو شخص سورۂ حٰمٓ المومن کو الیہ المصیر تک، اور آیۃ الکرسی کو صبح کے وقت پڑھ لیگا وہ شام تک خدا کی حفاظت میں رہے گا اور شام کو پڑھنے والے کی صبح تک حفاظت ہوگی لیکن یہ حدیث بھی غریب ہے۔ اس آیت کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں لیکن ایک تو اس لئے کہ انکی سندیں ضعیف ہیں دوسرے اسلئے بھی کہ ہمیں اختصار مدنظر ہے، ہم نے انہیں ذکر نہیں کیا ؛

آیت الکرسی کی جامعیت

اس مبارک آیت میں دس مستقل جملے ہیں، پہلے جملے میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے کہ مخلوق کا وہی ایک اللہ ہے، دوسرے جملے میں ہے کہ وہ خود زندہ ہے جسپر کبھی موت نہیں آئے گی، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، قَيُّوْمُ کی دوسری قرأت قَيَّامٌ بھی ہے، پس تمام موجودات اسکی محتاج ہیں، اور وہ سب سے بے نیاز ہے کوئی بھی بغیر اسکی اجازت کے کسی چیز کا سنبھالنے والا نہیں جیسے اور جگہ ہے وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ یعنی اسکی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان و زمین اُسی کے حکم سے

قائم ہیں، پھر فرمایا نہ تو اس پر کوئی نقصان آئے نہ کبھی وہ اپنی مخلوق سے غافل اور بے خبر ہو بلکہ ہر شخص کے اعمال پر وہ حاضر، ہر شخص کے احوال پر وہ ناظر دل کے ہر خطرہ سے وہ واقف، مخلوق کا کوئی ذرہ بھی اس کی حفاظت اور علم سے کبھی باہر نہیں، یہی پوری قیومیت ہے، اونگھ اور غفلت سے، نیند اور بے خبری سے اُسکی ذات پاک ہے صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو چار باتیں بتلائیں فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ سوتا نہیں نہ نیند اس کی ذات کے لائق ہے وہ ترازو کا محافظ ہے جسکے لئے چاہے جھکا دے جسکے لئے چاہے نہ جھکائے، دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے عمل دن سے پہلے اُسکی طرف اُٹھائے جاتے ہیں اسکے سامنے نور یا آگ کے پردے ہیں اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں اُن تمام چیزوں کو جلا دیں جن تک اُس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ عبدالرزاق میں حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ سوتا بھی ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی کہ حضرت موسیٰؑ کو تین راتوں تک بیدار رکھیں، انہوں نے یہی کیا، تین راتوں تک سونے نہ دیا۔ اسکے بعد دو بوتلیں اُن کے ہاتھوں میں دیدی گئیں اور کہدیا گیا کہ انھیں تھامے رہو خبردار یہ گرنے اور ٹوٹنے نہ پائیں، آپ نے انھیں تھام لیا، نیند کا غلبہ ہُوا، اونگھ آنے لگی آنکھ بند ہو جاتی لیکن پھر ہوشیار ہو جاتے مگر کب تک، آخر ایک مرتبہ ایسا نیند کا جھونکا آیا کہ بوتلیں ٹوٹ گئیں گویا اس سے بتلایا گیا کہ جب ایک اونگھنے اور سونے والا دو بوتلیں نہیں سنبھال سکتا تو اللہ تعالیٰ اگر اونگھے یا سوئے تو زمین و آسمان کی حفاظت کس طرح ہو سکے؟ لیکن یہ بنی اسرائیل کی بات ہے اور کچھ دل کو لگتی بھی نہیں اسلئے کہ یہ ناممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر عارف باللہ خدا کی اس صفت سے ناواقف ہوں اور انھیں اس میں تردد ہو کہ خدا جاگتا ہی رہتا ہے یا سو بھی جاتا ہے، اور اس سے بھی بہت زیادہ غرابت والی وہ حدیث ہے جو ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو ممبر پر بیان فرمایا، یہ حدیث بہت ہی غریب ہے، اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فرمانِ پیغمبر ہونا ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی بات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یوں نقل ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے یہ سوال کیا تھا اور پھر آپ کو بوتلیں پکڑوائی گئیں اور بوجہ نیند کے نہ سنبھال سکے الخ۔ اور حضورؐ پر یہ آیت نازل ہوئی، آسمان و زمین کی تمام چیزیں اُسکی غلامی میں اور اسکی ماتحتی میں اور اُسکی سلطنت میں ہیں جیسے فرمایا اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یعنی زمین و آسمان کی کُل چیزیں رحمٰن کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں اُن سب کو خدا نے ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور گھیر رکھا ہے ساری مخلوق تنہا تنہا اسکے پاس حاضر ہوگی کوئی نہیں جو اسکی اجازت کے بغیر اسکے سامنے سفارش یا شفاعت کر سکے، جیسے ارشاد ہے وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ الخ یعنی آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں لیکن اُنکی شفاعت کچھ فائدہ نہیں دے سکتی ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی منشا اور مرضی سے ہو اور جگہ ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى کسی کی وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اسکی جس سے خدا خوش ہو، پس یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کا جلال اور اُسکی کبریائی بیان ہو رہی ہے کہ بغیر اسکی اجازت اور رضامندی کے کسی کو جرأت نہیں کہ اُسکے سامنے کسی کی سفارش میں زبان کھولے، حدیث شفاعت میں بھی ہے کہ میں خدا کے عرش کے نیچے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں ہی چھوڑ دے گا جبتک چاہے، پھر کہا جائیگا کہ اپنا سر اُٹھاؤ۔ کہو سُنا جائے گا، شفاعت کرو منظور کی جائے گی، آپ فرماتے ہیں پھر میرے لئے حد مقرر کر دیجائے گی اور میں اُنھیں جنت میں لیجاؤں گا، وہ خدا تمام گذشتہ، موجودہ اور آئندہ کا عالم ہے اُس کا علم تمام مخلوق کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسے اور جگہ فرشتوں کا قول ہے کہ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ الخ ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر اتر نہیں سکتے، ہمارے آگے پیچھے اور سامنے کی سب چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور تیرا رب بھول چوک سے پاک ہے ؎

کرسی کی تشریح

کرسی سے مراد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے علم منقول ہے دوسرے بزرگوں سے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے ایک مرفوع حدیث میں یہی ہے، اور یہ بھی ہے کہ اس کا اندازہ بجز ذات باری تعالےٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں، خود ابن عباسؓ سے بھی یہی نقل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مرفوعاً یہی روایت ہے لیکن رفع ثابت نہیں۔ ابو مالکؒ فرماتے ہیں کرسی عرش کے نیچے ہے۔ سدی کہتے ہیں آسمان و زمین کرسی کے جوف میں اور کرسی عرش کے سامنے ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دئے جائیں اور سب کو ملا کر بسیط کر دیا جائے تاہم کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہونگے جیسے ایک حلقہ کسی چٹیل میدان میں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ کرسی کے بارے میں سوال کیا تو حضورؐ نے قسم کھا کر یہی فرمایا اور فرمایا کہ پھر عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے

ایک عورت نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ خدا مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی کرسی نے آسمان و زمین کو گھیر رکھا ہے مگر جس طرح نیا پالان چرچراتا ہے وہ کرسی عظمت پروردگار سے چرچرا رہی ہے۔ گو یہ حدیث بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں موجود ہے لیکن کسی سند میں کوئی راوی غیر مشہور ہے، کسی میں ارسال ہے، کوئی موقوف ہے، کسی میں بہت عجیب و غریب زیادتی ہے، کسی میں حذف ہے اور ان سب سے زیادہ غریب حضرت جبیر رضہ والی حدیث ہے جو ابوداؤد میں ہے اور وہ روایات بھی ہیں جن میں قیامت کے روز کرسی کا فیصلوں کے لئے رکھا جانا ذکر ہے ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں واللہ اعلم۔ مسلمان ہیئت داں متکلمین کہتے ہیں کہ کرسی آٹھواں آسمان ہے جسے فلکِ ثوابت کہتے ہیں اور جس پر نواں آسمان اور ہے جسے فلکِ اثیر کہتے ہیں اور اطلس بھی۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی تردید کی ہے۔ حسن بصری رح فرماتے ہیں کرسی ہی عرش ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کرسی اور ہے اور عرش اور ہے جو اس سے بہت بڑا ہے جیسے کہ آثار و احادیث میں ہے علامہ ابن جریر تو اس بارے میں حضرت عمر رضہ والی روایت پر اعتماد کئے ہوئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کی صحت میں کلام ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ خدا پر ان کی حفاظت گراں نہیں بلکہ سہل اور آسان ہے وہ ساری مخلوق کے اعمال پر خبردار تمام چیزوں پر نگہبان ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے تمام مخلوق اس کے سامنے حقیر متواضع ذلیل، پست، محتاج اور فقیر ہے۔ وہ غنی، وہ حمید ہے، وہ جو کچھ چاہے کر گذرنے والا ہے، کوئی اس پر حاکم نہیں، باز پرس کرنے والا نہیں، ہر چیز پر وہ غالب ہے، ہر چیز کا حافظ اور مالک ہے وہ علو، بلندی اور رفعت والا ہے، وہ عظمت بڑائی اور کبریائی والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کے سوا کوئی خبر گیری کرنے والا، نہ پالنے پوسنے والا، وہ کبریائی والا اور فخر والا ہے۔ اسی لئے فرمایا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ بلندی اور عظمت والا وہی ہے۔ یہ آیتیں اور ان جیسی اور آیتیں اور صحیح حدیثیں جتنی کچھ ذات و صفاتِ باری میں ذکر ہوئی ہیں ان سب پر ایمان لانا بغیر کیفیت معلوم کئے اور بغیر تشبیہ دیئے جن الفاظ میں وہ وارد ہوئی ہیں ضروری ہے اور یہی طریقہ ہمارے سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ

دین میں زبردستی (کا فی نفسہ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور

يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ③

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہو سکتی) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں (اور)

دین کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہ کرو۔ اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے۔ پھر کسی پر جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جسے خدا ہدایت دے گا، جس کا سینہ کھلا ہوا ہو، دل روشن اور آنکھیں بینا ہوں گی وہ تو خود بخود اس کا والہ و شیدا ہو جائے گا۔ ہاں اندھے دل والے، بہرے کانوں والے، پھوٹی آنکھوں والے اس سے دور رہیں گے۔ پھر انہیں اگر جبراً اسلام میں داخل بھی کیا تو کیا فائدہ؟ کسی پر اسلام کے قبول کرانے کے لئے جبر اور زبردستی نہ کرو۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انھیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے، یہودیوں کے سپرد کر دیں گے۔ اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور دین اللہ کے انصار بنے۔ ادھر یہودیوں سے جنگ ہوئی اور آخر ان کی اندرونی سازشیں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لئے سرورِ رسل علیہ السلام نے یہ حکم جاری فرمایا کہ ان بنی نضیر کے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا جائے اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جوان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تاکہ انھیں اپنے اثر سے مسلمان بنا لیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم بن عوف کا ایک شخص حصینؓ نامی تھا جس کے دو لڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا اس نے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار عرض کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں ویسے تو وہ عیسائیت سے ہٹتے نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ممانعت کردی۔ اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ نصرانیوں کا ایک قافلہ ملک شام سے تجارت کے لئے کشمش لے کر آیا تھا جن کے ہاتھوں یہ دونوں لڑکے نصرانی ہو گئے تھے جب وہ قافلہ جانے لگا تو یہ بھی جانے پر تیار ہو گئے۔ ان کے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں اُنھیں اسلام لانے کے لئے کچھ تکلیف دوں اور جبراً مسلمان بنالوں۔ ورنہ پھر آپ کو اُسے واپس لانے کیلئے اپنے آدمی بھیجنے پڑیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ کا غلام اسبق نصرانی تھا آپ اس پر اسلام پیش کرتے وہ انکار کرتا آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی۔ اسلام جبر سے روکتا ہے۔ علماء کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ آیت اُن اہل کتاب کے حق میں ہے جو نسخ و تبدیل توراۃ و انجیل کے پہلے دین مسیحی اختیار کر چکے تھے اور اب وہ جزیہ پر رضامند ہو جائیں۔ بعض اور کہتے ہیں آیت قتال نے اسے منسوخ کر دیا۔

اسلام کی دعوت عام طور پر دی جانی چاہیے

تمام انسانوں کو اس پاک دین کی دعوت دینا ضروری ہے اگر کوئی انکار کرے اور مسلمانوں کی ماتحتی بھی اختیار نہ کرے نہ جزیہ دینا قبول کرے تو بیشک مسلمان اس سے جہاد کریں گے۔ جیسے اور جگہ ہے سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ الخ عنقریب تمھیں اس قوم کی طرف بلایا جائے گا جو بڑی لڑاکا ہے یا تو تم اس سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے۔ اور جگہ ہے۔ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو۔ اور جگہ ہے ایماندارو! اپنے آس پاس کے کفار سے جہاد کرو۔ تم میں وہ سختی پائیں اور یقین رکھو کہ خدا متقیوں کے ساتھ ہے صحیح حدیث میں ہے تیرے رب کو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت کی طرف گھسیٹے جاتے ہیں یعنی وہ کفار جو میدان جنگ سے قیدی ہو کر طوق و سلاسل پہنا کر یہاں لائے جاتے ہیں پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور ان کا ظاہر باطن اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جنت کے لائق بن جاتے ہیں مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مسلمان ہو جا اُس نے کہا حضرت میرا دل نہیں مانتا۔ آپ نے فرمایا گو دل نہ چاہتا ہو۔ یہ حدیث ثلاثی ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس میں صرف تین راوی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ نے اُسے مجبور کیا مطلب یہ ہے کہ تو کلمہ تو پڑھ لے پھر ایک دن وہ بھی آئے گا کہ خدا تیرے دل کو کھول دے اور تو دل سے بھی اسلام کا دلدادہ ہو جائے حُسنِ نیت اور اخلاص عمل تجھے نصیب ہو۔ جو شخص بُت اور معبودانِ باطل کو چھوڑ دے اللہ کی توحید کا اقرار کرتا ہوا عامل بن جائے وہ سیدھی اور صحیح راہ پر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ فرماتے ہیں جبت سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ دلیری اور نامردی دونوں اونٹ کے دونوں طرف کے برابر کے بوجھ ہیں جو لوگوں میں ہوتے ہیں ایک دلیر آدمی تو انجان شخص کی حمایت میں بھی جان دینے پر تُل جاتا ہے لیکن ایک بُزدل اور ڈرپوک اپنی سگی ماں کی خاطر بھی قدم آگے نہیں بڑھاتا۔ انسان کا حقیقی کرم اُس کا دین ہے انسان کا سچا نسب خلق حسن ہے گو وہ فارسی ہو یا نبطی۔ حضرت عمرؓ کا طاغوت کو شیطان کے معنی میں لینا بہت ہی اچھا ہے اس لئے کہ یہ ہر اُس بُرائی کو شامل ہے جو اہل جاہلیت میں تھی۔ بُت کی پوجا کرنی ان کی طرف حاجتیں لیجانی اُن سے سختی کے وقت طلب امداد کرنی وغیرہ۔ پھر فرمایا اس شخص نے مضبوط کڑا تھام لیا۔ یعنی دین کے اعلیٰ اور قوی سبب کو لے لیا جو نہ ٹوٹے نہ پھٹے۔ خوب مضبوط مستحکم قوی اور گڑا ہوا۔ عروۂ وثقیٰ سے مراد ایمان اسلام توحید باری قرآن اور خدا کی راہ کی محبت اور اسی کے لئے دشمنی کرنا ہے۔ یہ کڑا کبھی نہ ٹوٹے گا یعنی اس کے جنت میں پہنچنے تک۔ اور جگہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بگاڑتا جب تک خود وہ اپنی حالت نہ بگاڑلیں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے حضرت قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مسجد نبوی میں تھا جو ایک شخص آیا جس کا چہرہ خدا ترس تھا دو ہلکی رکعتیں نماز کی اس نے ادا کیں۔ لوگ انھیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہیں۔ جب وہ باہر نکلے تو میں بھی اُن کے پیچھے گیا باتیں کرنے لگا جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا جب آپ تشریف لائے تھے تب لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کیوں کہا تھا؟ کہا سبحان اللہ کسی کو وہ نہ کہنا چاہئے جس کا علم اُسے نہ ہو۔ ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے سرسبز گلشن میں ہوں اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ میں نے کہا میں تو نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں بآسانی چڑھ گیا اور اس کڑے کو تھام لیا۔ اس نے کہا دیکھو مضبوط پکڑے رکھنا۔ بس اس حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا گلشن باغ

اسلام ہے اور ستون دین ہے اور کڑا عروۂ وثقیٰ ہے تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا۔ یہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں مروی ہے۔ مسند احمد کی اسی حدیث میں ہے کہ اس وقت آپ بوڑھے تھے اور لکڑی پر ٹیک لگائے ہوئے مسجد نبوی میں آئے تھے اور ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جنت اللہ کی چیز ہے جسے چاہے اس میں لے جائے۔ خواب کے ذکر میں فرمایا کہ ایک شخص آیا مجھے لے چلا ایک لمبے چوڑے صاف شفاف میدان میں ہم پہنچے میں نے وہاں بائیں طرف جانا چاہا تو اس نے کہا تم ایسے نہیں ہو۔ میں دائیں جانب چلنے لگا تو اچانک ایک چکنے پتھروں کا پہاڑ نظر پڑا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھالیا اور میں اس کی چوٹی تک پہنچ گیا وہاں میں نے ایک اونچا ستون لوہے کا دیکھا جس کے سرے پر ایک سونے کا کڑا تھا مجھے اس نے اس ستون پر چڑھا دیا یہاں تک کہ میں نے اس کڑے کو تھام لیا اس نے پوچھا خوب مضبوط تھام لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے زور سے ستون پر اپنا پاؤں مارا وہ نکل گیا اور کڑا میرے ہاتھ میں رہ گیا جب یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے سنایا تو آپ نے فرمایا بہت نیک خواب ہے۔ میدان میدانِ محشر ہے۔ بائیں طرف کا راستہ جہنم کا راستہ ہے تو اُن لوگوں میں نہیں۔ دائیں جانب کا راستہ جنتیوں کی راہ ہے چکنا پہاڑ شہداء کی منزل ہے کڑا اسلام کا کڑا ہے مرتے دم تک اسے مضبوط تھام رکھو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضہ نے فرمایا امید تو مجھے بھی یہی ہے کہ خدا مجھے جنت میں لے جائے گا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۥ وَالَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر یا بچا کر نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ

کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر یا بچا کر (کفر کی) تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

ع ۳۴ ۲

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۴۳)

ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔

ہدایت وضلالت

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اُس کی رضامندی کے طلبگار کو وہ سلامتی کی رہنمائی کرتا ہے اور شک وشبہ کے کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نورِ حق کی صاف روشنی میں لا کھڑا کرتا ہے کفار کے ولی شیاطین ہیں جو جہالت وضلالت کو کفر و شرک کو مزین کر کے انھیں ایمان سے اور توحید سے روکتے ہیں اور یوں نورِ حق سے ہٹا کر ناحق کی اندھیریوں میں جھونک دیتے ہیں۔ یہی کافر ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے۔ لفظ نور کو واحد لانا اور ظلمات کو جمع لانا اس لئے ہے کہ حق اور ایمان اور سچا راستہ ایک ہی ہے اور کفر کی کئی قسمیں ہیں کفر کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں جیسے اور جگہ ہے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا الخ میری سیدھی راہ یہی ہے تم اسی کی تابعداری کرو اس کے علاوہ دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ اس راہ سے بھٹک جاؤ گے یہ وصیت تمہارے بچاؤ کے لئے کر دی گئی ہے۔ اور جگہ ہے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے اور باطل میں تفرق و انتشار ہے۔ حضرت ایوب بن خالد رح فرماتے ہیں اہل ہوا یا اہل فتنہ کھڑے کئے جائیں گے جس کی چاہت صرف ایمان ہی کی ہو وہ تو روشن صاف اور نورانی ہوگا اور جس کی خواہش کفر کی ہو وہ سیاہ اور اندھیریوں والا ہوگا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

(اے مخاطب) تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی نمرود کا) جس نے حضرت ابراہیم سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی جب ابراہیم نے

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ

کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے

مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ①

نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر (اور کچھ جواب نہ بن آیا) اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔

حضرت ابراہیم کا نمرود کی خدائی کو چیلنج

اس بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن کوس بن سام بن نوح تھا اس کا پایۂ تخت بابل تھا اس کے نسب نامہ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں دنیا میں مشرق و مغرب کی سلطنت رکھنے والے چار ہوئے جن میں سے دو مؤمن ہیں اور دو کافر حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین۔ اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر۔ فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی تم نے اپنے دل سے اُسے نہیں دیکھا جو حضرت ابراہیمؑ سے وجودِ باری تعالیٰ میں مباحثہ کرنے لگا۔ یہ شخص خود خدا ہونے کا مدعی تھا۔ جیسے اس کے بعد فرعون نے بھی اپنی رعیت والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا خدا نہیں جانتا۔ چونکہ ایک مدت مدید اور عرصۂ بعید سے یہ بادشاہ چلا آتا تھا اس لئے دماغ میں رعونت اور انانیت پیدا ہوگئی تھی۔ سرکشی اور تکبر نخوت اور غرور طبیعت میں سماگیا تھا بعض لوگ کہتے ہیں چار سو سال تک حکومت کرتا رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اس نے وجودِ باری پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور مثل آفتاب روشن دلیل تھی اور موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا پھر ہونا پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے موجد اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے۔ نمرود نے جواباً کہا کہ یہ تو میں کرتا ہوں۔ یہ کہکر دو شخصوں کو اس نے بُلوایا جو واجب القتل تھے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا۔ دراصل یہ جواب اور یہ دعویٰ کس قدر لچر اور پوچ ہے اُس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو صفاتِ باری میں سے ایک صفت پیدا کرنا اور پھر نیست کر دینا بیان کی تھی اور اس نے نہ تو انھیں پیدا کیا نہ ان کی یا اپنی موت و حیات پر اُسے قدرت۔ لیکن جہلاء کو بھڑکانے کے لئے اور اپنی علمیت جتانے کے لئے باوجود اپنی غلطی اور مباحثہ کے اصول سے فراری کو جانتے ہوئے صرف ایک بات بنالی۔ ابراہیم علیہ السلام بھی اس کو سمجھ گئے اور آپ نے اس کند ذہن کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی کہ صورتاً بھی اس کی مشابہت نہ کر سکے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب تو پیدائش اور موت تک کا اختیار رکھتا ہے تو مخلوق پر تصرف تیرا پورا ہونا چاہئے۔ میرے خدا نے تو یہ تصرف کیا ہے کہ سورج کو حکم دیدیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف سے نکلا کرے چنانچہ وہ نکل رہا ہے اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے اس کا کوئی ظاہری ٹوٹا پھوٹا جواب بھی اس سے نہ بن پڑا اور بے زبان ہو کر اپنی عاجزی کا اقراری ہوگیا اور خدا کی حجت اُس پر پوری ہوگئی لیکن چونکہ ہدایت نصیب نہ تھی راہ یافتہ نہ ہو سکا ایسے بدوضع لوگوں کو خدا کوئی دلیل نہیں سمجھاتا اور وہ حق کے مقابلہ میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں اُن پر خدا کا غضب و غصہ اور اس کی ناراضگی ہوتی ہے اور ان کے لئے اس جہان میں بھی سخت عذاب ہوتے ہیں۔ بعض منطقیوں نے کہا ہے کہ حضرت خلیل اللہؑ نے یہاں ایک واضح دلیل کے بعد دوسری اس سے بھی زیادہ واضح دلیل پیش کر دی۔ لیکن درحقیقت یوں نہیں بلکہ پہلی دلیل دوسری کا مقدمہ تھا اور ان دونوں سے نمرود کے دعوے کا بطلان بالکل واضح ہوگیا۔ اصل دلیل پیدائش و موت ہی ہے چونکہ اس کا دعویٰ اس ناسمجھ مشتِ خاک نے بھی کیا تو لازم تھا کہ جو بنانے بگاڑنے پر نہ صرف قادر ہو بلکہ بناؤ بگاڑ کا بھی خالق ہو اس کی ملکیت پوری طرح اُسی کے قبضہ میں ہونی چاہئے۔ اور جس طرح موت و حیات کے احکام اس کے جاری ہو جاتے ہیں اسی طرح دوسرے احکام بھی جاری ہو جائیں پھر کیا وجہ کہ سورج جو کہ ایک مخلوق ہے آپکی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری نہ کرے اور اس کے کہنے سے بجائے مشرق کے مغرب سے نہ نکلے؟ پس ابراہیم علیہ السلام نے اس پر اس مباحثہ میں کھلا غلبہ پایا اور اسے بالکل لاجواب کر دیا فالحمد للہ۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں یہ مناظرہ حضرت ابراہیمؑ کے آگ سے نکل آنے کے بعد ہوا تھا اس سے پہلے آپ کی اس ظالم بادشاہ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ زید بن اسلمؓ کا قول ہے کہ قحط سالی تھی لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے۔ حضرت خلیل اللہؑ بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہوگیا۔ بدبخت نے آپ کو غلہ نہ دیا آپ خالی ہاتھ واپس آئے گھر کے قریب پہنچکر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ اٹھیں بوریوں کو کھولا دیکھا کہ عمدہ اناج سے دونوں پُر ہیں کھانا پکا کر تیار کیا۔ آپ کی بھی آنکھ کھلی دیکھا کہ کھانا تیار ہے پوچھا اناج کہاں سے آیا؟ کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے ہیں انھیں میں سے یہ اناج نکالا تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ خدا کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔ اس ناہنجار بادشاہ کے پاس خدا تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا اس نے آکر اسے توحید کی

دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا۔ تیسری مرتبہ خدا کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا اچھا تو اپنا لشکر تیار کر میں بھی اپنا لشکر لے آتا ہوں۔ نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لیکر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آ ڈٹا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا ایک دروازہ کھولدیا بڑے بڑے مچھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا۔ یہ خدائی فوج نمرودیوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھا پی گئی اور سارے کے سارے وہیں ہلاک ہو گئے صرف ہڈیوں کے ڈھانچے باقی رہ گئے تھے۔ اُنہی مچھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہا ایسے سخت عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجہ بہتر تھی اپنا سر دیواروں اور پتھروں سے مارتا پھرتا تھا۔ ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا بدنصیب اسی طرح ذلیل ہو کر مرا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنہ۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گذر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے کہنے لگا کہ اللہ تو اس بستی (کے مردوں) کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے

مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ

زندہ کریں گے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اسکو زندہ کر اٹھایا اور پھر پوچھا کہ تو کتنے (دنوں) اس حالت میں رہا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہونگا یا ایک دن سے

یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ

بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے تو اپنے کھانے (کی چیز) اور پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی اور (دوسرے) اپنے گدھے کی

اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا

طرف نظر کر۔ اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں اور (اُس گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت

لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲﴾

چڑھائے دیتے ہیں۔ پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

خدا کی کرشمہ کاریاں

اوپر جو واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مباحثہ کا گذرا اس پر اس کا عطف ہے یہ گذرنے والے یا تو حضرت عزیر علیہ السلام تھے جیسا کہ مشہور ہے یا ارمیا بن خلقیا تھے اور یہ نام حضرت خضر کا ہے۔ یا خرقیل بن بوار تھے یا بنی اسرائیل میں کا ایک شخص تھا یہ بستی بیت المقدس تھی اور یہی قول مشہور ہے بخت نصر نے جب اسے اُجاڑا یہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا مکانات گرا دیئے اور آباد بستی کو بالکل ویران کر دیا اس کے بعد یہ بزرگ یہاں سے گذرے۔ انھوں نے دیکھا کہ ساری بستی ویرانہ بن چکی ہے۔ نہ مکان ہیں نہ مکین۔ تو وہاں ٹھیر کر سوچنے لگے کہ بھلا ایسا بڑا پُر رونق شہر جو اس طرح اُجڑا ہے پھر یہ کیسے آباد ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے خود ان پر موت نازل فرمائی۔ یہ تو اسی حالت میں رہے اور وہاں ستر سال کے بعد بیت المقدس پھر آباد ہو گیا۔ بھاگے ہوئے بنی اسرائیل بھی پھر آ پہنچے اور شہر کھچا کھچ بھر گیا وہی اگلی سی رونق اور چہل پہل ہو گئی۔ اب سو سال کامل کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا اور سب سے پہلے روح آنکھوں میں آئی تاکہ اپنا جی اٹھنا خود دیکھ سکیں جب سارے بدن میں روح پھونکدی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ پُچھوایا کہ کتنی مدت تک تم مُردہ رہے؟ جس کے جواب میں کہا کہ ابھی تو ایک دن بھی پورا نہیں ہوا وجہ یہ ہوئی کہ صبح کے وقت ان کی روح نکلی تھی اور سو سال کے بعد جب جئے ہیں تو شام کا وقت تھا خیال کیا کہ یہ وہی دن ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک سو سال کامل تک مُردہ رہے اب ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا توشہ بھتا جو تمہارے ساتھ تھا باوجود سو سال گذر جانے کے بھی ویسا ہی ہے نہ سڑا نہ خراب ہوا ہے۔ یہ توشہ انگور اور انجیر اور عصیر تھا نہ تو یہ شیرہ بگڑا تھا نہ انجیر کھٹے ہوئے تھے نہ انگور خراب ہوئے تھے بلکہ ٹھیک اپنی اصلی حالت پر تھے۔ اب فرمایا یہ تیرا گدھا جس کی بوسیدہ ہڈیاں تیرے سامنے پڑی ہیں انھیں دیکھ دیکھتے ہی ہم اسے زندہ کرتے ہیں۔ ہم خود تیری ذات کو لوگوں کے لئے دلیل بنانے والے ہیں

کہ انھیں قیامت کے دن اپنے دوبارہ جی اُٹھنے پر یقین کامل ہوجائے۔ چنانچہ ان کے دیکھتے ہی ہڈیوں میں جان پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے جُڑ گئیں مستدرکِ حاکم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت نُنْشِزُهَا زے کے ساتھ ہی ہے اور اسے نُنْشِرُهَا رے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی زندہ کریں گے۔ مجاہد کی قرأت یہی ہے۔ سدی وغیرہ کہتے ہیں یہ ہڈیاں ان کے دائیں بائیں پھیلی پڑی تھیں اور بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کی سفیدی چمک رہی تھی ہوا سے یہ سب یکجا جمع ہوگئیں پھر ایک ایک ہڈی اپنی اپنی جگہ جُڑ گئی اور ہڈیوں کا پورا ڈھانچہ قائم ہوگیا جس پر گوشت مطلق نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے گوشت، رگیں پٹھے اور کھال پہنادی۔ پھر فرشتے کو بھیجا جس نے اس کے نتھنے میں پھونک ماری۔ بس اللہ کے حکم سے اُسی وقت زندہ ہوگیا اور آواز نکالنے لگا ان تمام باتوں کو حضرت عُزیرؑ دیکھتے رہے اور قدرت کی یہ ساری کاری گری اُن کی آنکھوں کے سامنے ہی ہوئی۔ جب یہ سب کچھ دیکھ چکے تو کہنے لگے اس بات کا علم تو مجھے تھا ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب میں نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا تو میں اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ علم و یقین والا ہوں۔ بعض لوگوں نے أَعْلَمُ کو اِعْلَمْ بھی پڑھا ہے۔ یعنی خدا نے فرمایا کہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ

اور اُس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔ ارشاد فرمایا کیا تم یقین نہیں لاتے انھوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا لیکن

لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ

اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے ہلا لو پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا

جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۳﴾ ۳۵ ع ۳

ایک ایک حصہ رکھ دو (اور) پھر اُن سب کو بلاؤ دیکھو تمہارے پاس سب دوڑے چلے آویں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

احیاءِ موتیٰ کا ایک منظر

حضرت ابراہیمؑ کے اس سوال کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ چونکہ یہی دلیل آپ نے نمرود مردود کے سامنے پیش کی تھی تو آپ نے چاہا کہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے۔ جانتا تو ہوں ہی لیکن دیکھ بھی لوں۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کے موقعہ کی ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ ہم شک کے حقدار بہ نسبت حضرت ابراہیمؑ کے زیادہ ہیں جبکہ انھوں نے کہا رَبِّ أَرِنِي الخ تو اس سے کوئی جاہل یہ نہ سمجھ کہ حضرت خلیل اللہؑ کو خدا کی اس صفت میں شک تھا۔ اس حدیث کے بہت سے جواب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے (شاید یہ ہوگا کہ ہم خلیل اللہؑ سے کمزور ایمان والے ہونے کے باوجود خلّاقِ عالم کی اس صفت میں شک نہیں کرتے تو خلیلِ خدا کو شک کیوں ہوگا؟ مترجم) اب رب العالمین خالق کل فرماتا ہے کہ چار پرندے لو مفسّرین کے اس بارے میں کئی قول ہیں کہ کون کون سے پرند حضرت ابراہیمؑ نے لئے تھے لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علم ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اس کا نہ جاننا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ کوئی کہتا ہے وہ کلنگ اور مور اور مرغ اور کبوتر تھے۔ کوئی کہتا ہے وہ مرغابی اور گیرغ کا بچہ اور مرغ اور مور تھے۔ کوئی کہتا ہے کبوتر مرغ مور اور کوّا تھے۔ پھر اُنھیں کاٹ کر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ حضرت ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں۔ اور روایت میں ہے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب ہل گئے انھیں ذبح کر دیا۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دیئے پس آپ نے چار پرندے لئے۔ ذبح کر کے اُن کے ٹکڑے کئے پھر بکھیر دیئے اور سارے مختلف ٹکڑے آپس میں ملائے پھر چار پہاڑوں پر یا سات پہاڑوں پر وہ ٹکڑے رکھ دیئے اور سب پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے پھر بحکم خدا انھیں بلانے لگے۔ جس جانور کو آواز دیتے اس کے بکھرے ہوئے پر ادھر اُدھر سے اُڑتے اور آپس میں جُڑتے اسی طرح خون خون کے ساتھ ملتا اور باقی اجزا بھی جس جس پہاڑ پر ہوتے آپس میں مل جاتے اور پرند اُڑتا ہوا آپ کے پاس آتا۔ آپ اُسے دوسرے پرند کا سر دیتے تو وہ قبول نہ کرتا۔ خود اس کا سر دیتے تو وہ بھی جُڑ جاتا۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے یہ چاروں پرند زندہ ہو کر اُڑ گئے اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کا اور مُردوں کے زندہ ہونے کا یہ ایمان افروز نظارہ خلیلِ خدا نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا۔ پھر فرماتا ہے کہ جان لے اللہ تعالیٰ غالب ہے کوئی چیز اُسے عاجز نہیں کر سکتی جس کام کو وہ چاہے بے روک ہو جاتا ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے اسی طرح اپنے انتظام میں اور شریعت کے مقرر کرنے میں بھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جنابِ باری کا یہ سوال کرنا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا اور حضرت خلیل اللہ کا یہ جواب دینا کہ ہاں ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان چاہتا ہوں یہ آیت مجھے تو اور تمام آیتوں سے زیادہ امید دلانے والی معلوم ہوتی ہے مطلب

یہ ہے کہ ایک ایماندار کے دل میں اگر کوئی خطرہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو تو اس پر پکڑ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی ملاقات ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید پیدا کرنے والی آیت کونسی ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں لَا تَقْنَطُوْا والی آیت جس میں ارشاد ہے کہ اے میرے گنہگار بندو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا میں سب گناہوں کو بخش دیتا ہوں الخ ابن عباسؓ نے فرمایا میرے نزدیک تو اس امت کے لئے سب سے زیادہ ڈھارس بندھانے والی آیت حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول پھر خدائے عالم کا سوال اور آپ کا جواب ہے (عبدالرزاق وابن ابی حاتم وغیرہ)۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت (عنداللہ) جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں

فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ①

(اور) ہر بال کے اندر سَو دانے ہوں اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں۔

ایک نیکی پر لامتناہی نعمتیں

اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنے مال کو خرچ کرے اُسے بڑی برکتیں اور بہت بڑے ثواب ملتے ہیں اور نیکیاں سات سات سو گُنی کر کے دی جاتی ہیں تو فرمایا کہ جو لوگ راہ خدا یعنی خدا کی فرمانبرداری میں جہاد میں گھوڑوں کو پالنے میں، ہتھیار خریدنے میں حج کرنے کرانے میں وغیرہ وغیرہ اللہ کے نام کے دیئے ہوئے کی مثال کس پاکیزگی سے بیان ہو رہی ہے جو آنکھوں میں کھُپ جائے اور دل میں گھر کر جائے۔ ایکدم یوں فرما دیتا کہ ایک کے بدلے سات سو ملیں گے اس سے بہت زیادہ لطافت اس کلام اور اس مثال میں ہے۔ اور پھر اس میں اشارہ ہے کہ اعمالِ صالحہ خدا کے پاس بڑھتے رہتے ہیں جس طرح تمہارے بوئے ہوئے بیج کھیت میں بڑھتے بڑھاتے رہتے ہیں مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسولِ خدا احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنی بچی ہوئی چیز راہِ خدا میں دیتا ہے اسے سات سو کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اُسے دس گُنا ملتا ہے اور بیمار کی عیادت کا ثواب بھی دس گُنا ملتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اُسے خراب نہ کرے۔ جس شخص پر کوئی جسمانی بلا مصیبت دُکھ درد بیماری آئے وہ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتی ہے یہ حدیث حضرت ابو عبیدہؓ نے اس وقت بیان فرمائی تھی جبکہ آپ سخت بیمار تھے اور لوگ عیادت کے لئے گئے تھے۔ آپ کی بیوی صاحبہ سرھانے بیٹھی تھیں اُن سے پوچھا کہ رات کیسی گذری۔ اُنھوں نے کہا نہایت سختی سے۔ آپ کا مُنہ اُس وقت دیوار کی جانب تھا یہ سُنتے ہی لوگوں کی طرف مُنہ کیا اور فرمایا میری یہ رات سختی کی نہیں گذری اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے۔ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نکیل والی اونٹنی خیرات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ قیامت کے دن سات سَو ایسی ہی اونٹنیاں پائے گا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کر دیا ہے اور پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں سات سَو تک۔ مگر روزہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ خاص میرے ہی لئے ہے اور میں آپ اُس کا اجر وثواب دوں گا۔ روزے دار کو دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت دوسری قیامت کے دن۔ روزے دار کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ دوسری حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ روزے دار اپنے کھانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ آخر میں ہے روزہ ڈھال ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے نماز، روزہ، ذکر اللہ اللہ کی راہ کے خرچ پر سات سَو گُنے بڑھ جاتے ہیں ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص جہاد میں کچھ مالی مدد دے گو خود نہ جائے تاہم اُسے ایک کے بدلے سات سو کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور خود بھی شریک ہو تو ایک درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کے خرچ کا ثواب ملتا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ یہ حدیث غریب ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ کی تفسیر میں پہلے گذر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک کے بدلے دو کروڑ کا ثواب ملتا ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے دعا کی کہ خدایا میری امت کے لئے کچھ اور زیادتی فرما تو مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ والی آیت اُتری آپ نے پھر بھی یہی دعا کی تو آیت اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اُتری پس ثابت ہوا کہ جس قدر اخلاص عمل میں ہو اُسی قدر ثواب میں زیادتی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بڑے وسیع فضل وکرم والا ہے وہ جانتا بھی ہے کہ کون کس قدر مستحق ہے اور کسے استحقاق نہیں فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (اُس پر) احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے) اُس کو آزار پہنچاتے ہیں۔

لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

اُن لوگوں کو اُن (کے اعمال) کا ثواب ملے گا اُن کے پروردگار کے پاس اور نہ اُن پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہوں گے　مناسب بات کہہ دینا

وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور درگذر کرنا (ہزار درجہ) بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں　اے

اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ

اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر　سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر کچھ مٹی (آ گئی) ہو پھر اُس پر زور کی

وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۴

بارش پڑ جاوے سو اس کو بالکل صاف کر دے۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (جنت کا) راستہ نہ بتلادیں گے۔

خدا کے نزدیک اخلاص کے ساتھ صدقہ کرنے والوں کا مرتبہ

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اُن بندوں کی تعریف و مدح کرتا ہے جو خیرات وصدقات کرتے ہیں اور پھر جسے دیتے ہیں اُس پر احسان جتانے نہیں بیٹھتے نہ تو اپنی زبان سے نہ اپنے کسی فعل سے اور نہ اس شخص کو کوئی بُرائی پہنچاتے ہیں ان سے پھر جزائے خیر کا وعدہ فرماتا ہے کہ ان کا اجر و ثواب خداوند عالم کے ذمہ ہے ان پر قیامت کے دن کوئی ہول اور خوف و خطر نہ ہوگا اور نہ دنیا اور بال بچے چھوٹ جانے کا اُنھیں کوئی غم و رنج ہوگا اس لئے کہ وہاں پہنچکر اس سے بہتر چیزیں اُنھیں مل چکی ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ کلمۂ خیر زبان سے نکالنا کسی مسلمان بھائی کے لئے دعا کرنا اور درگذر کرنا خطاوار کو معاف کر دینا اس صدقہ سے بہت بہتر ہے جس کی تہ میں ایذا دہی ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے، کہ رسول اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوئی صدقہ نیک کام سے افضل نہیں کیا تم نے فرمانِ باری قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ الخ نہیں سنا اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ساری مخلوق اُس کی محتاج ہے۔ وہ حلیم اور بُردبار ہے گناہوں کو دیکھتا ہے اور حلم و کرم کرتا ہے بلکہ معاف فرما دیتا ہے تجاوز کر لیتا ہے اور بخشدیتا ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات چیت نہ کرے گا نہ اُن کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے گا نہ اُنھیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہیں۔ ایک تو دے کر احسان جتانے والا۔ دوسرا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہمد لٹکانے والا۔ تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنے والا۔ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ماں باپ کا نافرمان، خیرات صدقہ کر کے احسان جتانے والا، شرابی اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ نسائی میں ہے تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں۔ ماں باپ کا نافرمان، شراب کا عادی اور دے کر احسان جتانے والا۔ نسائی کی اور حدیث میں ہے یہ تینوں شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے اسی لئے اس آیت میں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے صدقات و خیرات کو منت و احسان رکھ کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو اس احسان کے جتانے اور تکلیف پہنچانے کا گناہ صدقہ اور خیرات کا ثواب باقی نہیں رکھتا پھر مثال دی کہ احسان اور تکلیف دہی کے صدقہ کے غارت ہو جانے کی مثال اُس صدقہ جیسی ہے جو ریاکاری کے طور پر لوگوں کے دکھاوے کے لئے دیا جائے اپنی سخاوت اور فیاضی اور نیکی کی شہرت مدنظر ہو لوگوں میں تعریف و ستائش کی چاہت ہو صرف خدائے تعالیٰ کی رضامندی کی طلب نہ ہو نہ اُس کے ثوابوں پر نظر ہو۔ اسی لئے اس جملے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو تو اس ریاکارانہ صدقے کی اور اس احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کے صدقہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صاف چٹیل پتھر کی چٹان

ہو جس پر مٹی بھی پڑی ہوئی ہو پھر سخت شدت کی بارش ہو تو جس طرح اس پتھر کی تمام مٹی دھل جاتی ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح ان دونوں قسم کے لوگوں کے خرچ کی کیفیت ہے کہ گو لوگ سمجھتے ہوں کہ اس کے صدقہ کی نیکی اس کے پاس ہے جس طرح بظاہر پتھر پر مٹی نظر آتی تھی لیکن جیسے کہ بارش سے وہ مٹی جاتی رہی اسی طرح اس کے احسان جتانے یا تکلیف پہنچانے یا ریاکاری کرنے سے وہ ثواب بھی جاتا رہا اور خدا کے پاس پہنچے گا تو کچھ بھی جزا نہ پائے گا اپنے اعمال میں سے کسی چیز پر قدرت نہ رکھے گا اللہ تعالیٰ کافر گروہ کی راہِ راست کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

اور ان لوگوں کے خرچ کیے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں (کو اس عمل شاق کا خوگر بنا کر ان) میں

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا

مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دونا (دوگنا) پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا مینہ

وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾

نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔

صدقہ دینے والوں کی مثال

یہ مثال مومنوں کے صدقات کی دی جن کی نیتیں خدا کو خوش کرنے کی ہوتی ہیں اور جزائے خیر ملنے کا بھی پورا یقین ہوتا ہے جیسے حدیث میں ہے جس شخص نے رمضان کے روزے ایمانداری کے ساتھ ثواب ملنے کے یقین پر رکھے الخ رَبْوَة کہتے ہیں اونچی زمین کو جہاں نہریں چلتی ہوں اس لفظ کو رُبْوَة اور رِبْوَة بھی پڑھا گیا ہے۔ وَابِلٌ کے معنی سخت بارش کے ہیں وہ دوگنا پھل لاتی ہے یعنی بہ نسبت دوسرے باغوں کی زمین کے۔ یہ باغ ایسا ہے اور ایسی جگہ واقع ہے کہ بالفرض بارش نہ بھی ہو تاہم صرف شبنم سے ہی پھلتا پھولتا ہے یہ ناممکن ہے کہ موسم خالی جائے۔ اسی طرح ایمانداروں کے اعمال کبھی بے اجر نہیں رہتے وہ ضرور بدلہ دلواتے ہیں۔ ہاں اس جزا میں فرق ہوتا ہے جو ہر ایماندار کے خلوص اور اخلاص اور نیک کام کی اہمیت کے اعتبار سے بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ پر اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کا کوئی عمل مخفی اور پوشیدہ نہیں

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں

لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا

اس شخص کے ہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمائی کی) قوت نہیں سو اس باغ پر

۳۶ ع إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

ایک بگولا آیا جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے اللہ تعالیٰ اسی طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے تاکہ تم سوچا کرو۔

ہدایت کے بعد ضلالت مثال کے آئینہ میں

صحیح بخاری میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن صحابہ سے پوچھا جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ انھوں نے کہا اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا تم جانتے ہو یا نہیں اس کا صاف جواب دو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا امیر المومنین میرے دل میں ایک بات ہے آپ نے فرمایا بھتیجے کہو اور اپنے نفس کو اتنا حقیر نہ کرو۔ فرمایا ایک عمل کی مثال دی گئی ہے پوچھا کونسا عمل؟ کہا ایک مالدار شخص جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے پھر شیطان اسے بہکاتا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھو دیتا ہے۔ بس یہ روایت اس کی پوری تفسیر ہے اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداءً اچھے عمل کیے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کر دیا اور آخری وقت جبکہ نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی یہ خالی ہاتھ رہ گیا جس طرح ایک شخص نے جس نے ایک باغ لگایا اس کے پھل سے فائدہ حاصل کرتا رہا لیکن جب بڑھاپے

کے زمانہ کو پہنچا چھوٹے بچے بھی زیر پرورش ہیں خود کسی کام کاج کے قابل بھی نہیں اور اب مدارِ زندگی صرف وہ ایک باغ رہ گیا تھا کہ اتفاقاً آندھی چلی باغ میں آگ لگ گئی اور وہ ہرا بھرا لہلہاتا باغ دم بھر میں خاکستر بن گیا۔ اسی طرح یہ شخص ہے کہ پہلے تو نیکیاں کر لیں لیکن پھر برائیوں میں مبتلا ہو گیا اور خاتمہ اچھا نہ ہوا تو جب اُن نیکیوں کے بدلے کا وقت آیا تو خالی ہاتھ رہ گیا۔ کافر شخص بھی جب اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہاں تو کچھ کرنے کی طاقت نہیں جس طرح اس بڈھے کو اور جو کیا ہے وہ کفر کی آگ والی آندھی نے برباد کر دیا اب پیچھے سے بھی کوئی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جس طرح اس بڈھے کی کم سن اولاد اسے کوئی کام نہیں دے سکتی۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی تھی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِضَاءِ عُمْرِیْ اے اللہ اپنی روزی کو سب سے زیادہ مجھے اس وقت عنایت فرما جب میری عمر بڑی ہو جائے اور ختم ہونے کو آئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے یہ مثالیں بیان فرما دیں تم بھی غور و فکر تدبر و تفکر کرو سوچو سمجھو اور عبرت و نصیحت حاصل کرو جیسے فرمایا وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ ان مثالوں کو ہم نے لوگوں کے لئے بیان فرما دیا۔ انھیں علما ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اے ایمان والو (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے

وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا

اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لیجایا کرو کہ اس میں سے خرچ کرو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یقین کر رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُكُمْ

کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے لائق ہیں۔ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بُری بات (یعنی بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے

مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ

اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔ دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو دین کا فہم مل جاوے اُس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں)۔

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اسکی ترغیب

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ مالِ تجارت جو خدا نے تمہیں دیا ہے سونا چاندی اور پھل اناج وغیرہ جو اُس نے تمہیں زمین سے نکال کر دیئے ہیں اُس میں سے بہترین مرغوبِ طبع اور پسندِ خاطر عمدہ عمدہ چیزیں اللہ کی راہ میں دو۔ ردی واہیات سڑی گلی گری پڑی بے کار فضول اور خراب چیز راہِ للہ نہ دو۔ اللہ خود طیب ہے وہ بری اور نکمی چیزوں کو قبول نہیں کرتا۔ تم اس کے نام پر یعنی گویا اُسے وہ خراب چیز دینا چاہتے ہو جسے اگر تمہیں دی جاتی تو نہ قبول کرتے پھر خدا کیسے لے گا۔ ہاں مال جاتا دیکھ کر اپنے حق کے بدلے کوئی گری پڑی چیز بھی مجبور ہو کر لے لو تو اور بات ہے لیکن خدا ایسا مجبور بھی نہیں وہ کسی حالت میں ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتا یہ بھی مطلب ہے کہ حلال چیز کو چھوڑ کر حرام چیز یا حرام مال سے خیرات نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہاری روزیاں تم میں تقسیم کی ہیں تمہارے اخلاق بھی تم میں بانٹ دیئے ہیں۔ دنیا تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بھی دیتا ہے اور دشمنوں کو بھی ہاں دین صرف دوستوں ہی کو عطا فرماتا ہے جسے دین ملجائے وہ خدا کا محبوب ہے خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا جبتک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے کوئی بندہ مؤمن نہیں ہوتا جبتک کہ اُس کے پڑوسی اُس کی ایذاؤں سے بے خوف نہ ہو جائیں۔ لوگوں کے سوال پر آپ نے فرمایا ایذا سے مراد دھوکہ بازی اور ظلم و ستم ہے جو شخص حرام طریقہ سے مال حاصل کرے اُس میں اللہ برکت نہیں دیتا اس کے صدقے خیرات کو قبول فرماتا ہے اور جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ سب اُس کے لئے آگ میں جانے کا توشہ اور سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو اچھائی سے دفع کرتا ہے خباثت سے خباثت نہیں مٹتی پس دو قول ہوئے۔ ایک تو ردی چیزیں دوسرے حرام مال۔ آیت میں پہلا قول مراد لینا ہی زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ایک واقعہ اور وہی آیت کا شانِ نزول

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کھجوروں کے موسم میں انصار اپنی اپنی وسعت کے مطابق کھجوروں کے خوشے لاکر دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی تھی اُس میں لٹکا دیتے جسے اصحابِ صُفّہ اور مسکین مہاجر بھوک کے وقت کھا لیتے۔ کسی نے جسے صدقہ کی رغبت کم تھی اس میں ردّی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمھیں ایسی ہی چیز ہدیہ میں دی جائے تو ہرگز نہ لوگے۔ ہاں اگر شرم ولحاظ سے بادلِ ناخواستہ لے لو تو اور بات ہے۔ اس کے نازل ہونے کے بعد ہم میں کا ہر شخص بہتر سے بہتر چیز لاتا تھا (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہلکی قسم کی کھجوریں اور خراب پھل لوگ خیرات میں نکالتے جس پر یہ آیت اُتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے صدقہ دینا منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں۔ مؤمن کی کمائی کبھی بُری نہیں ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ بیکار چیز صدقہ میں نہ دو۔ مسند میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا آپ نے نہ کھایا نہ کسی کو کھانے سے منع فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کسی مسکین کو دیدیں؟ آپ نے فرمایا جو تمھیں پسند نہیں اور جسے تم کھانا گوارا نہیں کرتے اُسے اور کو کیا دوگی۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں جب تمھارا حق کسی پر ہو اور وہ تمھیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تو تم اُسے نہ لوگے مگر اُس وقت جب تمھیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو خیر تم چشم پوشی کرکے اُسی کو لے لوگے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کو اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لیکر آیا تو تم ہرگز نہ لوگے اور اگر لوگے بھی تو اسکی قیمت گھٹا کر۔ تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اُسے خدا کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اُس کی راہ میں خرچ کرو اور یہی معنی ہیں آیت لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ الخ کے بھی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا اور عمدہ چیز دینے کا کہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ محتاج ہے۔ نہیں نہیں وہ تو محض بے نیاز ہے اور تم سب اُس کے محتاج ہو یہ حکم صرف اس لئے ہے کہ غرباء بھی دنیا کی نعمتوں سے محروم نہ رہیں جیسے اور جگہ قربانی کے حکم کے بعد فرمایا لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ الخ اللہ تعالیٰ نہ اس کا خون لے نہ گوشت۔ وہ تو تمھارے تقویٰ کی آزمائش کرتا ہے وہ کشادہ فضل والا ہے اُسکے خزانہ میں کوئی کمی نہیں۔ صدقہ اپنے چہیتے حلال مال سے نکال کر خدا کے فضل اُس کی بخشش اُس کے کرم اور اُس کی سخاوت پر نظریں رکھو وہ اس کا بدلہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر تمھیں عطا فرمائیگا وہ مفلس نہیں وہ ظالم نہیں۔ وہ حمید ہے تمام اقوال افعال تقدیر شریعت سب میں اُس کی تعریفیں ہی کی جاتی ہیں اُس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش نہیں کرتا۔ حدیث میں ہے کہ ایک چوکا شیطان مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے۔ شیطان تو شرارت پر آمادہ کرتا ہے اور حق کے جھٹلانے پر اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر جس کے دل میں یہ خیال آئے وہ اللہ کا شکر کرے اور جان لے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وہ وسوسہ پیدا ہو وہ اَعُوۡذُ پڑھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اَلشَّیۡطٰنُ الخ تلاوت فرمائی (ترمذی) یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوف بھی مروی ہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے شیطان روکتا ہے اور دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس طرح فقیر ہو جاؤ گے اس نیک کام سے روک کر پھر بےحیائیوں اور بدکاریوں کی رغبت دلاتا ہے۔ گناہوں پر نافرمانیوں پر حرام کاریوں پر اور مخالفتِ حق پر اُکساتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اس کے برخلاف حکم دیتا ہے کہ خرچ فی سبیل اللہ سے ہاتھ نہ روکو اور شیطان کی دھمکی کے خلاف وہ فرماتا ہے کہ اس صدقہ کے باعث میں تمھاری خطاؤں کو بھی معاف کردوں گا اور وہ جو تمھیں فقیری سے ڈراتا ہے میں اُس کے مقابلہ میں تمھیں اپنے فضل کا یقین دلاتا ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر رحم و کرم فضل و لطف کس کا زیادہ وسیع ہوگا اور انجام کار کا علم بھی مجھ سے زیادہ اچھا کسے حاصل ہو سکتا ہے۔

حکمت کی تشریح حکمت سے کیا مراد ہے اور حکمت کے فضائل

حکمت سے مراد یہاں پر قرآنِ کریم اور حدیث شریف کی پوری مہارت ہے جس سے ناسخ منسوخ محکم متشابہ مقدم مؤخر حلال حرام کی اور مثالوں کی معرفت حاصل ہو جائے۔ پڑھنے کو تو اسے ہر بُرا بھلا پڑھتا ہے لیکن اس کی تفسیر اور اس کی سمجھ وہ حکمت ہے جسے خدا چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے کہ وہ اصل مطلب کو پالے اور بات کی تہ کو پہنچ جائے اور زبان سے اس کے صحیح مطلب ادا ہوں سچا علم صحیح سمجھ اُسے عطا ہو اللہ کا ڈر اُس کے دل میں ہو۔ چنانچہ ایک مرفوع حدیث بھی ہے کہ حکمت کا سر اللہ کا ڈر ہے ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا کے علم کے بڑے ماہر ہیں ہر امر دنیوی کو عقلمندی سے سمجھ لیتے ہیں لیکن دین میں بالکل اندھے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ دنیوی علم میں کمزور ہیں لیکن علوم شرعی میں بڑے ماہر ہیں۔ پس یہ ہے وہ حکمت جسے خدا نے اسے دی اور دُوسے اس سے محروم رکھا۔ سدیؒ کہتے ہیں یہاں حکمت سے مراد نبوۃ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حکمت کا لفظ ان تمام چیزوں پر شامل ہے اور نبوۃ بھی اس کا اعلیٰ اور بہترین حصہ

ہے اور اس سے بالکل خاص چیز ہے جو انبیاء کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں اُن کے تابع فرمان لوگوں کو خدا کی طرف سے محرومی نہیں سچی اور اچھی سمجھ کی دولت سے یہ بھی مالامال ہوتے ہیں بعض احادیث میں ہے جس نے قرآن کریم کو حفظ کر لیا اُس کے دونوں بازوؤں کے درمیان نبوت چڑھ گئی وہ صاحب وحی نہیں لیکن دوسرے طریق سے گروہ ضعیف ہے منقول ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کا اپنا قول ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قابل رشک صرف دو شخص ہیں۔ جسے اللہ نے مال دیا اور اپنے راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی اور جسے اللہ نے حکمت دی اور ساتھ ہی .... فیصلے کرنے اور اس کی تعلیم دینے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ وعظ و نصیحت اُسی کو نفع پہنچاتی ہے جو عقل سے کام لے سمجھ رکھتا ہو بات کو یاد رکھے اور مطلب پر نظریں رکھے۔

وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُهُۥ ۗ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ

اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بیجا کام کرنے والوں کا کوئی

أَنصَارٍ ۝ إِن تُبْدُوا۟ ٱلصَّدَقَـٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا ٱلْفُقَرَآءَ

ہمراہی (اور حمایتی) نہ ہوگا۔ اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دیدو تو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ⑤

یہ اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔

تم جو کچھ دیتے لیتے ہو یا جو کرتے سُنتے ہو اس کی خبر خدا تعالیٰ کو ہے

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر ایک خرچ اور نذر کو اور ہر بھلے عمل کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس کا حکم بجا لاتے ہیں اس سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اُس کے وعدوں کو سچا جانتے ہیں اُس کے فرمان پر ایمان رکھتے ہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے گا اور ان کے خلاف جو لوگ اس کی حکم برداری سے جی چراتے ہیں گناہ کے کام کرتے ہیں اس کی خبروں کو جھٹلاتے ہیں اُس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ ظالم ہیں قیامت کے دن قسم قسم کے سخت اور المناک عذاب انھیں ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا جو انھیں چھڑائے یا اُن کی مدد میں اٹھے۔ پھر فرمایا کہ ظاہر کر کے صدقہ دینا بھی اچھا ہے اور چھپا کر فقراء مساکین کو دینا بہت ہی بہتر ہے اس لئے کہ یہ ریاکاری سے کوسوں دُور ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ظاہر کرنے میں کوئی دینی مصلحت یا دینی فائدہ ہو۔ مثلاً اس لئے کہ اور لوگ بھی دیں وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ کا ظاہر کرنے والا مثل بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کے ہے۔ اور اسے چھپانے والا آہستہ پڑھنے والے کی طرح ہے۔ پس اس آیت سے صدقہ جو پوشیدہ دیا جائے اُس کی افضلیت ثابت ہوتی ہے بخاری مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخصوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن اُس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عادل بادشاہ وہ نوجوان جو اپنی جوانی خدا کی عبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں گذارے۔ وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھیں اُسی پر جمع ہوں اور اُسی پر جُدا ہوں۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے نکلنے کے وقت سے جانے کے وقت تک۔ وہ شخص جو خلوت میں اللہ کا ذکر کر کے رووے۔ وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت بدکاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں تو اللہ تعالیٰ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ شخص جو اپنا صدقہ اس قدر چھپا کر دے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر تک نہ ہو۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے انھیں گاڑ دیا جس سے زمین کا ہلنا موقوف ہوگیا۔ فرشتوں کو پہاڑوں کی ایسی سنگین پیدائش پر تعجب ہوا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ باری تعالیٰ کیا تیری مخلوق میں پہاڑ سے زیادہ سخت چیز بھی کوئی ہے؟ فرمایا ہاں، ہوا۔ دریافت کیا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ابن آدم جو اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر نہیں ہوتی۔ آیت الکرسی کی تفسیر میں وہ حدیث گذر چکی ہے جس میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو پوشیدگی سے کسی حاجتمند کو دیدیا جائے باوجود مال کی قلت کے پھر بھی راہ خدا میں خرچ کیا جائے پھر اسی آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم)۔ ایک اور حدیث میں ہے چھپا کر صدقہ کرنا خدا کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

آیت کا شانِ نزول

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے بارے میں اُتری ہے۔ حضرت عمر رضؓ تو اپنا آدھوں آدھ مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور حضرت صدیق رضؓ نے جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟

فاروق رضؓ نے جواب دیا اتنا ہی۔ صدیق رضؓ کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے اور چپکے سے سب کا سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر چکے تھے لیکن جب ان سے بھی پوچھا گیا تو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اُس کے رسولؐ کی تیاری کافی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر رو دیئے اور فرمانے لگے خدا کی قسم جس کسی نیکی کے کام کا ہم نے ارادہ کیا ہے اُس میں اے صدیق آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ آیت کے الفاظ عام ہیں صدقہ خواہ فرضی ہو خواہ نفلی، زکوٰۃ ہو یا خیرات اس کو چھپا کر کرنا اظہار سے افضل ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نفلی صدقہ تو پوشیدہ دینا ستر گُنی فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن فرضی زکوٰۃ کو علانیہ دا کرنا پچیس گُنی فضیلت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا صدقے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمھاری خطاؤں اور بُرائیوں کو دُور کر دے گا۔ بالخصوص اس وقت جبکہ وہ چھپا کر دیا جائے تمھیں بہت سی بھلائی ملے گی درجات بڑھیں گے گُناہوں کا کفارہ ہو گا یُکَفِّرُ کو یُکَفِّرْ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس میں صورتاً یہ جواب شرط کے محل پر عطف ہو گا جو فَنِعِمَّا ھِیَ پر ہے جیسے فَاَصَّدَّقَ وَاَکُوْنَ میں وَاَکُنْ۔ اللہ تعالیٰ پر تمھاری کوئی نیکی بدی سخاوت بخیلی پوشیدگی اور اظہار نیک نیتی اور دنیا طلبی پوشیدہ نہیں وہ پورا بدلہ دے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا

ان (کافروں) کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض واجب) نہیں ولیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں اور (اے مسلمانو) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے کرتے ہو اور تم

تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا ثواب) پورا پورا تم کو مل جاویگا اور تمہارے لئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ

(صدقات) اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں (اور اسی وجہ سے) وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ

ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان کو طرز سے پہچان سکتے ہو (کہ فقر و فاقہ سے چہرہ پر اثر ضرور آجاتا ہے اور) لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ

اور جو مال خرچ کرو گے بے شک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں

وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم

صحابہ کا ایک تذبذب اور خدا تعالیٰ کا واضح ارشاد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمان صحابہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا ناپسند کرتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اور یہ آیت اُتری اور اُنھیں رخصت دی۔ فرماتے ہیں کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ صدقہ صرف مسلمانوں کو دیا جائے جب یہ آیت اُتری تو آپ نے فرمادیا ہر سائل کو دو گو وہ کسی مذہب کا ہو (ابن ابی حاتم) حضرت اسماءؓ والی روایت آیت لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ الخ کی تفسیر میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔ یہاں فرمایا تم جو نیکی کرو گے اپنے لئے ہی کرو گے جیسے اور جگہ ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ اور اس جیسی اور آیتیں بھی بہت ہیں حسن بصریؒ فرماتے ہیں ایماندار کا ہر خرچ اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے گو وہ خود کھائے پیئے عطا خراسانیؒ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تم نے مرضیٔ مولا اور رضائے رب کے لئے دیا تو لینے والا خواہ کوئی ہو اور کیسے ہی اعمال کا کرنے والا ہو یہ مطلب بھی بہت اچھا ہے حاصل یہ ہے کہ نیک نیتی سے دینے والے کا اجر تو خدا کے ذمہ ثابت ہو گیا اب خواہ وہ کسی نیک کے ہاتھ لگے یا بد کے۔ مستحق کے یا غیر مستحق کے اسے اپنے قصد اور اپنی نیک نیتی کا ثواب مل گیا جبکہ اُس نے دیکھ بھال کر لی پھر غلطی ہوئی تو ثواب ضائع نہیں جاتا اسی لئے آیت کے آخر میں بدلہ ملنے کی بشارت دی گئی۔

ایک عجیب واقعہ

اور صحیحین کی حدیث میں آیا کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا۔ لیکر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دیکر چلا آیا

صبح لوگوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار عورت کو کوئی خیرات دے گیا اُس نے بھی سُنا اور خدا کا شکر ادا کیا پھر اپنے جی میں کہا آج رات اور صدقہ دوں گا۔ لیکر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چلا آیا۔ صبح سُنتا ہے کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج رات ایک مالدار کو کوئی صدقہ دے گیا اُس نے پھر خدا کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا دے آیا۔ دن کو پھر معلوم ہوا کہ وہ چور تھا تو کہنے لگا خدایا تیری تعریف ہے۔ زانیہ عورت کے دیے جانے پر بھی مالدار شخص کو دیئے جانے پر بھی اور چور کے دینے پر بھی۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے تیرے تینوں صدقے قبول ہوگئے شاید بدکار عورت مال پاکر اپنی حرام کاری سے رُک جائے اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پاکر چوری سے باز رہے۔ پھر فرمایا صدقہ اُن مہاجرین کا حق ہے جو دنیوی تعلقات کاٹ کر ہجرت کر کے وطن چھوڑ کر کنبے قبیلے سے منہ موڑ کر خدا کی رضامندی کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے ہیں جن کی معاش کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو اُنھیں کافی ہو اور نہ وہ سفر کر سکتے ہیں کہ چل پھر کر اپنی روزی حاصل کریں ضرب فِي الْأَرْضِ کے معنی مسافرت کے ہیں جیسے وَإِنْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ اور يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ میں اُن کے حال سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ اُن کے لباس اور ظاہری حال اور گفتگو سے اُنھیں مالدار سمجھتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث میں ہے۔ مسکین وہی نہیں جو دَر بدَر جاتے ہیں کہیں سے دو ایک کھجوریں مل گئیں، کہیں سے دو ایک لقمہ مل گئے، کہیں سے دو ایک وقت کا کھانا مل گیا بلکہ وہ بھی مسکین ہے جس کے پاس اتنا نہیں جس سے وہ بے پرواہ ہو جائے اور اُس نے اپنی حالت بھی ایسی نہیں بنائی جس سے ہر شخص اُس کی ضرورت کا احساس کرے اور کچھ احسان کرے اور نہ وہ سوال کے عادی ہیں تو انھیں اُن کی اُس حالت سے جان لے گا جو صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں رہتی جیسے اور جگہ ہے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم۔ ان کی نشانیاں ان کے چہروں پر ہیں۔ اور فرمایا وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ان کے لب و لہجہ سے تم اُنھیں پہچان لوگے۔ سنن کی ایک حدیث میں ہے۔ مومن کی دانائی سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

اسلام بھکاری پن کو پسند نہیں کرتا

قرآن کا فرمان ہے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ بالیقین اہلِ بصیرت کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہ لوگ کسی پر بوجھل نہیں ہیں، کسی سے ڈھٹائی کے ساتھ سوال نہیں کرتے۔ نہ اپنے پاس ہوتے ہوئے کسی سے کچھ طلب کرتے ہیں جس کے پاس ضرورت کے مطابق ہو اور پھر بھی وہ سوال کرے وہ لوگوں کو پریشان کر کے مانگنے والا کہلاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک دو کھجوریں اور ایک دو لقمے لیکر چلے جانے والے ہی مسکین نہیں بلکہ حقیقتاً مسکین وہ ہیں جو باوجود حاجت کے خودداری برتیں اور سوال سے بچیں۔ دیکھو قرآن کہتا ہے لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۝ یہ حدیث بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے موجود ہے قبیلہ مُزَینہ کے ایک شخص کو ان کی والدہ فرماتی ہیں تم بھی جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگ لاؤ جس طرح اور لوگ جاکر لے آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میں جب گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ فرما رہے تھے کہ جو شخص سوال سے بچے گا اللہ بھی اُسے سوال سے بچائے گا جو شخص بے پرواہی برتے گا اللہ تعالیٰ اُسے فی الواقع بے نیاز کر دے گا۔ جو شخص پانچ اوقیہ کے برابر مال رکھتے ہوئے بھی سوال کرے گا وہ چمٹنے والا سوالی ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ہمارے پاس تو ایک اونٹنی ہے جو پانچ اوقیہ سے بہت بہتر ہے ایک اونٹنی غلام کے پاس ہے وہ بھی پانچ اوقیہ سے زیادہ قیمت کی ہے بس میں تو یونہی سوال کئے بغیر ہی واپس چلا آیا۔ اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابو سعیدؓ کا ہے اُس میں ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگوں سے کنارہ کرے گا اللہ اسے آپ کفایت کرے گا اور جو ایک اوقیہ رکھتے ہوئے سوال کریگا وہ چمٹ کر سوال کرنے والا ہے ان کی اونٹنی کا نام یاقوتہ تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے چالیس درہم کے تقریباً دس روپے ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کے پاس ضرورت کے مطابق ہو پھر بھی وہ سوال کرے قیامت کے دن اس کے چہرہ پر اس کا سوال زخم ہوگا اس کا منہ نچا ہوا ہوگا۔ لوگوں نے کہا حضرت کتنا پاس ہو تو؟ فرمایا پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ شام میں ایک قریشی تھے جنھیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوذرؓ ضرورت مند ہیں تو تین سو گنیاں انھیں بھجوائیں آپ خفا ہو کر فرمانے لگے اس اللہ کے بندے کو کوئی مسکین ہی نہیں ملا جو میرے پاس یہ بھیجیں۔ میں نے تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ چالیس درہم جس کے پاس ہوں اور پھر سوال کرے تو وہ چمٹ کر سوال کرنے والا ہے اور ابوذرؓ کے گھرانے والوں کے پاس تو چالیس درہم بھی ہیں چالیس بکریاں بھی ہیں اور دو غلام بھی ہیں۔ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چالیس درہم ہوتے ہوئے سوال کرنے والا الحاف کرنے والا اور مثل ریت کے ہے پھر فرمایا تمھارے تمام صدقات کا اللہ کو علم ہے اور جبکہ تم پورے محتاج ہوگے۔ اللہ پاک اُس وقت تمھیں اس کا بدلہ دیگا اُس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ پھر اُن لوگوں کی

تعریفیں ہو رہی ہیں جو ہر وقت خدا کے فرمان کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں انھیں اجر ملے گا اور ہر خوف سے امن پائیں گے۔ بال بچوں کے کھلانے پر بھی انھیں ثواب ملے گا جیسے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ فتح مکہ والے سال جبکہ آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے تو فرمایا ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع والے سال فرمایا تو جو کچھ خدا کی خوشی کے لئے خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تیرے درجات بڑھائے گا یہاں تک کہ تو جو اپنی بیوی کو کھلائے پلائے اُس کے بدلے بھی مسند میں ہے کہ مسلمان طلب ثواب کی نیت سے اپنے بال بچوں پر بھی جو خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس آیت کا شانِ نزول مسلمان مجاہدین کا وہ خرچ ہے جو وہ اپنے گھوڑوں پر کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار درہم تھے جن میں سے ایک راہ للہ رات کو دیا ایک دن کو ایک پوشیدہ ایک ظاہر، تو یہ آیت اتری۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ دوسری سند سے بھی منقول ہے۔ اطاعت خدا میں جو مال ان لوگوں نے خرچ کیا اس کا بدلہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس لیں گے۔ نڈر اور بے غم یہ لوگ ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

اور جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران و مدہوش)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ

یہ (سزا) اسی لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے پھر

جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

جس شخص کو اُس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲﴾

تو یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سودی کاروبار کی ممانعت

چونکہ پہلے اُن لوگوں کا بیان ہوا جو نیک کار صدقہ خیرات کرنے والے زکوٰۃ دینے والے حاجتمندوں اور رشتہ داروں کی خبرگیری کرنے والے ہر حال میں اور ہر وقت دوسروں کے کام آنے والے تھے تو اب اُن کا بیان ہو رہا ہے جو دینا تو ایک طرف اور چھین لینے والے ظلم کرنے والے ناحق اپنے پرایوں کا مال ہضم کر جانے والے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سود خوار لوگ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو دیوانوں اور پاگلوں خبطیوں اور بیہوش لوگوں کی طرح اٹھیں گے۔ مجنون اور دیوانے ہوں گے۔ کھڑے ہی نہ ہو سکتے ہوں گے مِنَ الْمَسِّ کے بعد يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کا لفظ بھی ایک قرأت میں ہے اور ان سے کہا جائے گا کہ لے اب ہتھیار تھام لے اور اپنے رب سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جا۔ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں کے مانند تھے پوچھا یہ کون لوگ ہیں بتلایا گیا سود خوار بیاج لینے والے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ڈستے رہتے تھے اور ایک طویل حدیث میں ہے کہ ہم جب ایک سرخ رنگ نہر پر پہنچے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا تو میں نے دیکھا اُس میں کچھ لوگ ہیں وہ بمشکل تمام کنارے پر آتے ہیں لیکن کنارے پر ایک فرشتہ بہت سے پتھر لئے بیٹھا ہے۔ وہ ان کا منہ پھاڑ کر ایک پتھر منہ میں اتار دیتا ہے وہ پھر بھاگتے ہیں پھر یہی ہوتا ہے پوچھا تو معلوم ہوا یہ سود خواروں کا گروہ ہے یہ دبال ان پر اس باعث ہے کہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی مثل سود خواری کے ہے۔ یہ اعتراض ان کا شریعت پر اور احکام خدا پر تھا اور اُس سے وہ سود کو مثل بیع کے حلال جانتے تھے۔ یہ یاد رہے کہ یہ سود کا قیاس بیع پر نہیں۔ اس لئے کہ مشرکین تو سرے سے بیع کی مشروعیت کے بھی قائل نہ تھے اور اس لئے بھی کہ اگر یہ قیاس ہوتا تو یوں کہتے کہ سود مثل بیع کے ہے اُن کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ایک جیسی چیزیں ہیں پھر کیا وجہ کہ ایک کو حلال کہا جائے اور دوسری کو حرام بتلایا جائے پھر اُنھیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ حلت و حرمت خدا کے حکم کی بنا پر ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ بھی کافروں کا قول ہی ہو تو اس میں لطافت کے ساتھ ایک جواب بھی ہو گیا کہ باوجود اس علم کے کہ ایک کو خدا نے حرام ٹھیرایا ہے دوسرے کو حلال بتلایا ہے پھر اعتراض کیسا؟ علیم حکیم خدا کے حکموں پر تعاقب کرنے والے تم کون؟ اُس سے باز پرس کرنے کی کس کی ہستی ہے تمام کاموں کی اصلیت کا عالم تو وہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بندوں کو حقیقی نفع کس چیز میں اور فی الواقع نقصان کس چیز میں ہے تو وہ نفع والی چیزیں حلال کرتا ہے اور نقصان رساں

چیزیں حرام کرتا ہے۔ کوئی ماں اپنے دودھ پیتے بچے پر اُتنی مہربان نہ ہوگی جتنا خدا اپنے بندوں پر ہے وہ روکتا ہے تو مصلحت سے اور حکم دیتا ہے تو مصلحت سے اپنے رب کی نصیحت سُن کر جو باز آجائے اُس کے اگلے کئے کرائے تمام گناہ معاف ہیں جیسے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۝ اور جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا تھا جاہلیت کے تمام سود میرے ان دونوں قدموں تلے برباد ہیں سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ عباسؓ کا سود ہے بس جاہلیت میں جو سودے چکے تھے ان کے لوٹانے کا حکم نہیں ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ امّ بجنہ جو حضرت زید بن ارقم کی امّ ولد تھیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے ایک غلام حضرت زیدؓ کے ہاتھوں آٹھ سو کا بیچا کہ جب ان کے پاس عطا آئے وہ رقم ادا کر دیں اس کے بعد انہیں نقدی کی ضرورت ہوئی تو وقت سے پہلے ہی وہ اُسے فروخت کرنے کو تیار ہو گئے میں نے چھ سو کا خرید لیا۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا تو نے بھی اور اُس نے بھی بہت بُرا کیا بالکل خلاف شرع کیا۔ جا زید سے کہدے کہ اگر وہ توبہ نہ کریگا تو اس کا جہاد بھی غارت ہوا جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے۔ میں نے کہا اگر دو سو جو مجھے اُس سے لینے ہیں چھوڑ دوں اور صرف چھ سو وصول کر لوں تاکہ مجھے میری پوری رقم آٹھ سو کی مل جائے۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔ پھر آپ نے فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ الخ والی آیت پڑھ کر سُنائی (ابن ابی حاتم) یہ اثر مشہور ہے اور دلیل ہے اُن لوگوں کی جو عینیہ کے مسئلے کو حرام بتلاتے ہیں اس بارے میں اور احادیث بھی ہیں جن کی جگہ کتاب الاحکام ہے والحمدللہ۔ پھر فرمایا کہ اب جبکہ حرمت کا مسئلہ اُس کے کانوں میں پڑ چکا پھر بھی سود لے تو وہ سزا کا سزاوار ہے۔ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔ جب یہ آیت اُتری تو آپ نے فرمایا جو مخابرہ کو اب بھی نہ چھوڑے وہ خدا کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائے (ابوداؤد)۔

بعض معاملات کی صورتیں اوران کے احکام

مخابرہ کہتے ہیں اسے کہ ایک شخص دوسرے کی زمین میں کھیتی بوئے اور یہ ٹھیرائے کہ اس زمین کے اس ٹکڑے سے جتنا نکلے وہ میرا باقی تیرا۔ اور مزابنہ کہتے ہیں اسے کہ درخت میں جو کھجوریں ہیں وہ میری اور میں اس کے بدلے اپنے پاس سے تجھے اتنی اتنی کھجوریں تیار دیتا ہوں۔ اور محاقلہ کہتے ہیں اسے کہ کھیت میں جو اناج بالوں میں ہے اُسے اپنے پاس سے کچھ اناج دیکر خریدنا ان تمام صورتوں کو شریعت نے حرام قرار دیا تاکہ سود کی جڑ کٹ جائے اس لئے کہ ان صورتوں میں صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتا۔ بعض علماء نے اس کی کچھ علّت نکالی' بعض نے کچھ۔ اس جماعت نے اپنی علّت پر قیاس کر کے ان تمام کاروبار سے روکا جس میں یہ علت پائی جاتی تھی۔ دوسری جماعت نے دوسری علّت کی بنا پر۔ حقیقت یہ ہے کہ ہے یہ مسئلہ ذرا مشکل۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین مسئلے افسوس کہ پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئے۔ دادا کی میراث کا کلالہ کا اور سود کی صورتوں کا یعنی بعض اُن صورتوں کا جن میں سود کا شبہ ہے۔ پھر جو وسائل ان تک لیجانے والے ہیں جب یہ حرام ہے تو وہ بھی حرام ہی ٹھیریں گے جیسے کہ وہ چیز واجب ہو جاتی ہے جس کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہوتا ہو۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے لیکن کچھ کام درمیانی شبہ والے ہیں ان میں شبہات سے بچنے والے نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور ان مشتبہ چیزوں میں پڑنے والا الحرام میں پڑنے والا ہے جس طرح کوئی چرواہا جو کسی کی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چَراتا ہو ممکن ہے کہ کوئی جانور اس چراگاہ میں بھی منہ مار لے۔

ایک اہم اُصول

سنن میں حدیث ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اُسے چھوڑ اور اُسے لے جو شک شبہ سے پاک ہو۔ دوسری حدیث میں ہے گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے طبیعت میں تردد ہو اور اُس پر لوگوں کا واقف ہو جانا بُرا لگتا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لے اگرچہ لوگ کچھ بھی فتویٰ دیتے ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سود کی حرمت سب سے آخر میں نازل ہوئی (بخاری) حضرت عمرؓ یہ فرما کر کہتے ہیں کہ اس کی پوری تفسیر بھی افسوس کہ مجھ تک نہ پہنچ سکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ لوگو! سود کو بھی چھوڑ دو۔ اور ہر اُس چیز کو جس میں سود کا کچھ بھی شائبہ ہو۔ (مسند احمد) حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا شاید میں تمھیں بعض اُن چیزوں سے روک دوں جو تمھارے لئے نفع والی ہوں اور ممکن ہے میں تمھیں کچھ ایسے احکام بھی دوں جو تمھاری مصلحت کے خلاف ہوں۔ قرآن میں سب سے آخر میں سود کی حرمت کی آیت اُتری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور افسوس کہ اُسے کھول کر ہمارے سامنے بیان فرمایا بس تم ہر اُس چیز کو چھوڑ دو جو تمھیں شک میں ڈالتی ہو (ابن ماجہ)

سود خواری ایک جرم ہے اوراس کی سزا نہایت سخت

ایک حدیث میں ہے کہ سود کے تہتر گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے سب سے بڑا سود مسلمان

کی ہتک عزت کرنا ہے (مستدرک حاکم) فرماتے ہیں ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا سب کے سب۔ فرمایا جو نہ کھائے گا اُسے غبار تو پہنچے گا ہی (مسند احمد) پس غبار سے بچنے کے لئے اُن اسباب کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہیئے جو ان حرام کاموں کی طرف پہنچانے والے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیت حرمتِ سود میں نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیدیا۔ بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح شراب اور اس کی ہر طرح کی خرید و فروخت وغیرہ وہ وسائل جو اس تک پہنچانے والے ہوں سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کئے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی اس لئے کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انھوں نے حیلہ سازی کر کے چربی کو پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ غرض دھوکہ بازی اور حیلہ سازی کر کے حرام کو حلال بنانے کی کوشش بھی حرام ہے اور موجبِ لعنت ہے اسی طرح پہلے وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ جو شخص دوسرے کی تین طلاقوں والی عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ اگلے خاوند کے لئے وہ حلال ہو جائے اس پر اور اُس خاوند پر دونوں پر خدا کی پھٹکار اور اس کی لعنت ہے آیت حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی تفسیر میں ہے سود کھانے والے پر کھلانے والے پر شہادت دینے والوں پر گواہ بننے والوں پر لکھنے والے پر سب پر اللہ کی لعنت ہے تو ظاہر ہے کہ کاتب و شاہد کو کیا ضرورت پڑی جو خواہ مخواہ لعنت اللہ اپنے اوپر لے۔ مراد یہ ہے کہ بظاہر عقدِ شرعی کی صورت میں لا کر حیلہ کر کے اُس سود کو لکھتے پڑھتے ہیں لیکن پھر بھی ملعون ہیں۔ حضرت علامہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان حیلوں حوالوں کے رد میں ایک مستقل کتاب ابطال التحلیل لکھی ہے جو اس موضوع میں بہترین کتاب ہے خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان سے خوش ہو۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۳ اِنَّ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) اور کسی گناہ کے کام کرنیوالے کو بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی اُن کے لئے اُن کا ثواب ہوگا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ④

اُن کے پروردگار کے نزدیک۔ اور (آخرت میں) اُن پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

سودی کاروبار سے کوئی پائدار نفع نہیں پہنچتا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سود کو برباد کرتا ہے یعنی یا تو اُسے بالکل غارت کر دیتا ہے یا اس کی خیر و برکت ہٹا دیتا ہے دنیا میں بھی وہ تباہی کا باعث بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب۔ جیسے اور جگہ ہے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ الخ یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا گو تمہیں ناپاک کی زیادتی تعجب میں ڈالے۔ اور جگہ ہے وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ خباثت والی چیزوں کو تہ و بالا کر کے وہ جہنم میں جھونک دے گا۔ اور جگہ ہے وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا الخ یعنی تمہارے لئے ہوئے سود سے جو مال تم بڑھانا چاہو وہ درصل بڑھتا نہیں۔ اسی واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت میں ہے کہ سود سے گو زیادتی ہو جائے لیکن انجام کار کمی ہی کمی ہے۔ (مسند احمد) مسند کی ایک اور روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھا پوچھا یہ غلہ کہاں سے آگیا لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا اس میں برکت دے۔ لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے پہلے ہی سے جمع کر لیا تھا۔ پوچھا کس نے جمع کیا تھا لوگوں نے کہا ایک تو فروخ جو حضرت عثمان رضؓ کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپکے آزاد کردہ غلام نے۔ آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا۔ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں ہمیں اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اُسے خدا مفلس کر دے گا یا جذامی۔ یہ سُن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے۔ میں خدا سے پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر رضؓ کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے

ناشر [illegible]

مال سے خریدتے ہیں اور نفع اُٹھا کر بیچتے ہیں اس میں کیا حرج ہے۔ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہوگیا اور جذامی بنا پھرتا تھا۔ ابن ماجہ میں ہے جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اُسے مفلس کردے گا یا جذامی۔ پھر فرماتا ہے وہ صدقہ کو بڑھاتا ہے یُرْبِیْ کی دوسری قرأت یُرَبِّیْ بھی ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے جو شخص اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی خیرات کرے اُسے اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ پھر اُسے پال کر بڑا کرتا ہے جس طرح تم لوگ اپنے بچھیروں کو پالتے ہو اور اس کا ثواب پہاڑ کے برابر بنا دیتا ہے اور پاک چیز کے سواوہ ناپاک چیز کو قبول نہیں فرماتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اُحُد کے پہاڑ کے برابر ثواب ایک کھجور کا ملتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ایک لقمہ مثل اُحد کے ہوکر ملتا ہے پس تم صدقہ خیرات کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ کافروں اور نافرمان زبان زور اور نافرجام فعل والوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صدقہ خیرات نہ کریں اور اللہ کی وعدہ کی ہوئی زیادتی پر صبر و شکر نہ کرکے مال دنیا جمع کرتے پھریں اور بدترین اور خلاف شرع طریقوں سے کمائیاں کریں اور لوگوں کے مال باطل اور ناحق کے ساتھ کھاجائیں یہ خدا کے دشمن ہیں ان ناشکروں اور گنہگاروں پر خدا تعالیٰ کی رحمت نہیں۔ پھر ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں مخلوق کے ساتھ سلوک و احسان کریں، نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیتے رہیں۔ یہ قیامت کے دن تمام دُکھ درد سے امن میں رہیں گے کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گذرے گا۔ بلکہ رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے انھیں سرفراز فرمائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۵ فَاِنْ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر

لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ

تم اس پر عمل نہ کروگے تو اشتہار سُن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کرلوگے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ

نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤگے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔ اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور یہ (بات) کہ

تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ

معاف ہی کردو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤگے

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ع۸

پھر ہر شخص کو اُس کا کیا ہوا (یعنی بدلہ) پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

سودی کاروبار کرنے والوں کے خلاف خدائے قہار کا اعلانِ جنگ

اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو تقویٰ کا حکم دے رہا ہے اور ان کاموں سے روکتا ہے جن سے اُس کی ناراضگی ہو۔

تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لحاظ کرو اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے خبردار اگر مسلمان ہو تو اُسے اب نہ لو جبکہ وہ حرام ہوگیا۔ یہ آیت نازل ہوئی ہے ثقیف کے قبیلے بنی عمرو بن عُمیر اور بنو مخزوم کے قبیلے بنو مغیرہ کے بارے میں جاہلیت کے زمانہ میں ان کے سودی کاروبار تھے۔ اسلام کے بعد بنو عمرو نے بنو مغیرہ سے اپنا سود طلب کیا اور انھوں نے کہا کہ اب ہم اُسے اسلام لانے کے بعد ادا نہ کریں گے۔ آخر جھگڑا بڑھا حضرت عتاب بن اسیدؓ جو مکہ شریف کے نائب تھے۔ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لکھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لکھوا کر بھیجدی اس طرح سود لینا حرام قرار دیا چنانچہ وہ تائب ہوئے اور اپنا سود بالکل چھوڑ دیا۔ اس آیت میں زبردست وعید ہے ان لوگوں پر جو سود کی حرمت کا علم ہونے کے باوجود بھی لیتے رہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سودخوار سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اپنے ہتھیار لے لے اور خدا سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جا۔ آپ فرماتے ہیں امام وقت پر فرض ہے کہ سودخوار لوگ جو اسے نہ چھوڑیں اُن سے توبہ کرائے اور اگر نہ کریں تو ان کی گردن مار دے حسن اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما کا فرمان بھی یہی ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں دیکھو اللہ نے انھیں ہلاکت کی دھمکی دی انھیں ذلیل کئے جانے کے قابل ٹھیرایا۔ خبردار

سود سے اور سودی لین دین سے بچتے رہو حلال چیزیں اور حلال خرید و فروخت بہت کچھ ہے فاقے گذرتے ہوں تاہم خدا کی معصیت سے رکو۔ وہ روایت بھی یاد ہوگی جو پہلے گذر چکی کہ حضرت عائشہ رضی نے ایک ایسے معاملہ کی نسبت جس میں سود تھا حضرت زید بن ارقم کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا جہاد بھی برباد ہوگیا اس لئے کہ جہاد خدا کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا نام ہے اور سود خواری خود خدا سے مقابلہ کرنا ہے لیکن اس کی اسناد کمزور ہے پھر ارشاد ہوتا ہے اگر توبہ کرلو تو اصل مال جو کسی پر قرض ہے بیشک لے لو۔ نہ زیادہ لیکر اس پر تم ظلم کرو نہ کم دے کر یا بالکل نہ دے کر وہ تم پر ظلم کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا جاہلیت کا تمام سود میں برباد کرتا ہوں اصل رقم لے لو نہ سود لیکر کسی پر ظلم کرو نہ کوئی تمہارا مال مار کر تم پر زیادتی کرے۔ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کا تمام سود میں ختم کرتا ہوں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تنگی والا شخص ہو اور اس کے پاس تمہارے قرض کی ادائیگی کے قابل مال نہ ہو تو اُسے مہلت دو کہ کچھ اور مدت بعد ادا کر دے یہ نہ کرو کہ سود در سود لگائے چلے جاؤ کہ مدت گذر گئی اب اتنا اتنا سود لیں گے۔

قرض کے وصول کرنے میں سہولت اور آسانی دینا اجرِ عظیم کا باعث ہے

بلکہ بہتر بات تو یہ ہے کہ ایسے غربا کو اپنا قرض معاف کر دو طبرانی کی حدیث میں ہے کہ جو شخص قیامت کے دن خدا کے عرش کا سایہ چاہتا ہو وہ یا تو ایسے تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص مفلس آدمی پر اپنا قرض وصول کرنے میں نرمی کرے اور اُسے ڈھیل دے اس کو جتنے دن وہ قرض کی رقم ادا نہ کر سکے اُتنے دنوں تک ہر دن اُتنی رقم خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہر دن اس سے دُگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ سُنکر حضرت بریدہؓ نے عرض کیا حضور پہلے تو آپ نے ہر دن اُس کے مثل ثواب ملنے کیلئے فرمایا تھا اب دو مثل فرماتے ہیں فرمایا ہاں جب تک میعاد ختم نہیں ہوئی ایک مثل ثواب۔ میعاد گذرنے کے بعد دو مثل کا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرض ایک شخص کے ذمہ تھا وہ تقاضا کرنے کو آتے لیکن یہ چھپ رہتے اور نہ ملتے۔ ایک دن آئے گھر سے ایک بچہ نکلا آپ نے اس سے پوچھا اُس نے کہا ہاں گھر میں موجود ہیں کھانا کھا رہے ہیں۔ اب حضرت ابو قتادہؓ نے اونچی آواز سے انھیں پکارا اور فرمایا مجھے معلوم ہوگیا کہ تم گھر میں موجود ہو آؤ باہر آؤ جواب دو۔ وہ بیچارے باہر نکلے۔ آپ نے کہا کیوں چھپ رہے ہو۔ کہا حضرت بات یہ ہے کہ میں مفلس ہوں اس وقت میرے پاس رقم نہیں بوجہ شرمندگی کے آپ سے نہیں ملتا۔ آپ نے کہا قسم کھاؤ اُس نے قسم کھالی۔ آپ رو دیئے اور فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے جو شخص نادار قرضدار کو ڈھیل دے یا اپنا قرضہ معاف کر دے وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ تلے ہوگا (صحیح مسلم)

مصارفِ خیر کے کچھ اور گوشے

ابو یعلیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک بندہ خدا کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتلا میرے لئے تو نے کیا نیکی کی ہے۔ وہ کہے گا خدایا ایک ذرے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اس کی جزا طلب کرسکوں اللہ اُس سے پھر پوچھے گا۔ وہ پھر یہی جواب دے گا۔ پھر پوچھے گا وہ پھر یہی کہے گا کہ پروردگار ایک چھوٹی سی بات البتہ یاد پڑتی ہے کہ تو نے اپنے فضل سے کچھ مال بھی مجھے دے رکھا تھا میں تجارت پیشہ شخص تھا لوگ اُدھار لے جاتے تھے میں اگر دیکھتا کہ یہ غریب شخص ہے اور وعدہ پر قرض ادا نہ کر سکا تو میں اُسے اور کچھ مدت کی مہلت دیدیتا۔ مالداروں پر بھی سختی نہ کرتا زیادہ تنگی والا اگر کسی کو پاتا تو معاف بھی کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر میں تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں جا میں نے تجھے بخشا جنت میں داخل ہو جا۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی مدد کرے یا قرضدار بے مال کی اعانت کرے یا غلام جس نے لکھ کر دیا ہو کہ اتنی رقم دیدوں تو آزاد ہوں اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اُسے اُس دن سایہ دے گا جس دن اُس کے سایے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مسند احمد میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُس کی دعائیں قبول کی جائیں اور اُس کی تکلیف و مصیبت دُور ہو جائے اُسے چاہیے کہ تنگی والے لوگوں پر کشادگی کرے۔ عباد بن ولیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد طلب علم میں نکلے اور ہم نے کہا کہ انصاریوں سے حدیث سُنیں سب سے پہلے ہماری ملاقات حضرت ابو الیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اُن کے ساتھ اُن کے غلام تھے جن کے ہاتھ میں ایک دفتر تھا اور غلام اور آقا کا ایک ہی لباس تھا میرے باپ نے کہا چچا آپ تو اس وقت غصہ میں نظر آتے ہیں۔ فرمایا ہاں سنو! فلاں شخص پر میرا کچھ قرض تھا مدت ختم ہو چکی تھی میں قرض مانگنے گیا، سلام کیا اور پوچھا کہ کیا وہ مکان پر ہیں؟ گھر میں سے جواب ملا کہ نہیں ہیں اتفاقاً ان کا ایک چھوٹا بچہ باہر آیا میں نے اُس سے پوچھا

کہ تمھارے والد کہاں ہیں؟ اُس نے کہا کہ آپ کی آواز سُنکر چارپائی تلے جا چھپے ہیں۔ میں نے پھر آواز دی اور کہا کہ تمھارا اندر ہونا مجھے معلوم ہوگیا ہے اب چھپو نہیں آؤ جواب دو وہ آئے۔ میں نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہا محض اس لئے کہ میرے پاس روپیہ تو اس وقت ہے نہیں آپ سے ملوں گا یا تو کوئی جھوٹا عذر حیلہ بیان کروں گا یا غلط وعدہ کروں گا اس لئے سامنے ہونے سے جھجکتا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ سے جھوٹ کیا کہوں۔ میں نے کہا سچ کہتے ہو خدا کی قسم تمھارے پاس روپیہ نہیں؟ اُس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں خدا کی قسم کچھ نہیں۔ تین مرتبہ میں نے قسم کھلائی اور انھوں نے کھائی میں نے اپنے دفتر میں سے اُن کا نام کاٹ دیا اور رقم جمع کر لی اور کہدیا کہ جاؤ میں نے تمھارے نام سے یہ رقم کاٹ دی ہے۔ اب اگر تمھیں مل جائے تو دیدینا ورنہ معاف ہے۔ سُنو! میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سُنا اور میرے اس دل نے اُسے خوب یاد رکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی تنگی میں مبتلا کو ڈھیل دے یا معاف کردے اللہ تعالیٰ اُسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد آتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا جو شخص کسی نادار پر آسانی کردے یا اُسے معاف کردے اللہ تعالیٰ اُسے جہنم کی گرمی سے بچائے گا۔ سُنو! جنت کے کام غم والے ہیں اور خواہش کے خلاف ہیں اور جہنم کے کام آسانی والے اور خواہشِ نفس کے مطابق ہیں۔ نیک بخت وہ لوگ ہیں جو فتنوں سے بچ جائیں وہ گھونٹ جو انسان غصّے کا پی لے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی اور گھونٹ پسندیدہ نہیں۔ ایسا کرنے والے کا دل اللہ تعالیٰ ایمان سے پُر کردیتا ہے۔ طبرانی میں ہے جو شخص کسی مفلس شخص پر رحم کرکے اپنے قرض کی وصولی میں اُس پر سختی نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہوں پر اُسے نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے اور اُنھیں دنیا کا زوال اور مال کی فنا اور آخرت کا آنا اور اللہ کی طرف لَوٹنا اور خدا کو اپنے اعمال کا حساب دینا اور اُن تمام اعمال پر جزا و سزا کا ملنا یاد دلاتا ہے اور اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ قرآن کریم کی سب سے آخری آیت یہی ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف نو شب زندہ رہے اور ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کے دن آپ کا انتقال ہوگیا اللھم صل علیہ وسلم۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اکتیس دن کی ہے ابن جریج رح فرماتے ہیں کہ سلف کا قول ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نو رات زندہ رہے ہفتہ کے دن سے ابتدا ہوئی اور پیر والے دن انتقال ہوا۔ الغرض قرآن مجید میں سب سے آخر میں یہی آیت نازل ہوئی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ

اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو اُدھار کا ایک میعاد معین تک (کے لئے) تو اُس کو لکھ لیا کرو　اور یہ ضرور ہے کہ تمھارے آپس میں (جو)

كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ

کوئی لکھنے والا (ہو وہ) انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو (لکھنا) سکھلا دیا اُسکو چاہیے کہ لکھدیا کرے۔ اور وہ شخص لکھوا دے

عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا

جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اُس میں سے ذرہ برابر (بتلانے میں) کمی نہ کرے پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل ہو

اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ

یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے　اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے

مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ

گواہ (بھی) کر لیا کرو۔ پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالی جائیں) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو

اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا

تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی بھول جاوے تو ان میں ایک دوسری کو یاد دلادے　اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب (گواہ بننے کے لئے) بلائے جایا کریں اور تم

تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ

اُکس (دین ہو) کے (بار بار) لکھنے سے اُکتایا مت کرو خواہ وہ (معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادت کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور

اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ کے متعلق) کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے پر تم پر کوئی

اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا

الزام نہیں۔ اور (اتنا اس میں بھی ضرور کیا کرو کہ) خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے

فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ①

تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ (کا تم پر احسان ہے کہ) تم کو تعلیم فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کے جاننے والے ہیں

کاروبار اور لین دین کے سلسلہ میں بعض احکام اور بعض مشورے

یہ آیت قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن کی سب سے نئی آیت عرش کے ساتھ ہی آیت الدین ہے۔ یہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے انکار کرنے والے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور قیامت تک کی تمام ان کی اولاد نکالی آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا ایک شخص کو خوب تروتازہ اور نورانی دیکھ کر پوچھا کہ خدایا ان کا کیا نام ہے؟ جناب باری نے فرمایا یہ تمہارے لڑکے داؤد ہیں۔ پوچھا خدایا ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ کہا خدایا اس کی عمر کچھ اور بڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں ہاں اگر تم اپنی عمر میں سے انھیں کچھ دینا چاہو تو دیدو۔ کہا خدایا میری عمر میں سے چالیس سال اسے دیئے جائیں چنانچہ دیدیئے گئے۔ حضرت آدمؑ کی اصلی عمر ایک ہزار سال کی تھی لیکن حضرت آدمؑ کی اس بخشش کو لکھا گیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ کیا گیا۔ حضرت آدمؑ کی موت جب آئی تو کہنے لگے خدایا میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تم نے اپنے لڑکے حضرت داؤدؑ کو دیدیئے ہیں تو حضرت آدمؑ نے انکار کیا جس پر وہ لکھا ہوا دکھایا گیا اور فرشتوں کی گواہی گذری۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ کی عمر پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کی پوری کی اور حضرت داؤدؑ کی ایک سو سال کی (مسند احمد) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے[1]۔ اس کے راوی علی ابن زید بن جدعان کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ادھار کے معاملات لکھ لیا کریں تاکہ رقم اور میعاد خوب یاد رہے گواہ کو بھی غلطی نہ ہو اس سے ایک وقت مقررہ کے لئے ادھار دینے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے لین دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے والوں کا ادھار لین دین دیکھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناپ تول یا وزن مقرر کر لیا کرو، بھاؤ تاؤ چکا لیا کرو اور مدت کا بھی فیصلہ کر لیا کرو۔ قرآن کریم حکم دیتا ہے کہ لکھ لیا کرو اور حدیث شریف میں ہے کہ ہم اَن پڑھ امت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب۔ ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ دینی مسائل اور شرعی امور کے لکھنے کی تو مطلق ضرورت ہی نہیں خود خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بیحد آسان اور بالکل سہل کر دیا گیا ہے۔ قرآن کا حفظ اور حدیثوں کا حفظ قدرتاً لوگوں پر سہل ہے لیکن دنیوی چھوٹی بڑی لین دین کی باتیں اور وہ معاملات جو ادھار کے ہوں اُن کی بابت بیشک لکھ لینے کا حکم ہوا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم بھی وجوباً نہیں بس نہ لکھنا دینی امور کا ہے اور لکھ لینا دنیوی کام کاج کا ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اس کو واجب بھی کہتے ہیں۔ ابن جُریجؒ فرماتے ہیں جو اُدھار دے وہ لکھ لے۔ اور جو بیچے وہ گواہ کر لے۔ ابو سلیمان مرعشیؒ جنھوں نے حضرت کعبؓ کی صحبت بہت اٹھائی تھی۔ انھوں نے ایک دن اپنے پاس والوں سے کہا اُس مظلوم کو بھی جانتے ہو

[1] ابن کثیر نے جیسا کہ تصریح کی یہ حدیث ناقابل اعتبار ہے اس لئے اس پر عقلی اشکالات اور پھر ان کے جوابات غیر ضروری ہیں۔ ویسے انسان فطری طور پر بھول چوک کا پیکر ہے اس لئے اگر واقعہ کو صحیح بھی مان لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ نیز اگر داؤد علیہ السلام کی عمر سو سال کی ہوئی بھی تو وہ آدم علیہ السلام کی بخشش کے نتیجہ میں نہیں بلکہ تقدیر اور خدا تعالیٰ کے اندازہ ہی کے مطابق ہوئی۔ واللہ اعلم ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

جو اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ لوگوں نے کہا یہ کس طرح؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو ایک مدت تک کے لئے ادھار دیتا ہے اور نہ گواہ رکھتا ہے نہ لکھت پڑھت کرتا ہے پھر مدت گذرنے پر تقاضا کرتا ہے اور دوسرا شخص انکار کر جاتا ہے۔ اب یہ خدا سے دعا کرتا ہے لیکن پروردگار قبول نہیں کرتا اس لئے کہ اس نے کام اس کے فرمان کے خلاف کیا ہے اور اپنے رب کا نافرمان ہوا ہے۔ حضرت ابو سعید شعبی ربیع بن انس حسن بن جریج بن زیدؒ وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے تو یہ واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہو گیا اور فرمایا گیا کہ اگر ایک کو ایک پر اطمینان ہو تو جسے امانت دی گئی ہے اُسے چاہئے کہ ادا کر دے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ گو یہ واقعہ اگلی امت کا ہے لیکن تاہم اُن کی شریعت ہماری شریعت ہے جب تک کہ ہماری شریعت کا اس پر انکار نہ ہو اس واقعہ میں جسے اب ہم بیان کرتے ہیں لکھت پڑھت کے نہ ہونے اور گواہ مقرر نہ کئے جانے پر شارع علیہ السلام نے انکار نہیں کیا۔ دیکھئے مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار اُدھار مانگے اُس نے کہا گواہ لاؤ۔ جواب دیا خدا کی گواہی کافی ہے کہا ضمانت لاؤ۔ جواب دیا خدا کی ضمانت کافی ہے کہا تو نے سچ کہا ادائیگی کی میعاد مقرر ہو گئی اور اُس نے اسے ایک ہزار دینار گن دیئے اس نے بحری سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا۔ جب میعاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اس میں بیٹھ کر جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اُس نے ایک لکڑی لی اُسے بیچ میں سے کھوکھلی کر لی اور اُس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا پھر مُنہ کو بند کر دیا اور خدا سے دعا کی اے پروردگار تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے اُس نے مجھ سے ضمانت طلب کی میں نے تجھے ضامن بنایا اور اس پر وہ خوش ہو گیا گواہ مانگا۔ میں نے گواہ بھی تجھی کو رکھا وہ اس پر بھی خوش ہو گیا۔ اب جبکہ وقت مقررہ ختم ہونے کو آیا تو میں نے ہر چند کشتی تلاش کی کہ جاؤں اور اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی نہیں ملی اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈال دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اُسے پہنچا دے۔ پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا۔ لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا اور آج اُسے آجانا چاہئے تو وہ بھی دریا کے کنارے آکھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس طرف سے نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر کہ خالی ہاتھ تو جا ہی رہا ہوں آؤ اس لکڑی کو لے چلوں پھاڑ کر سکھا لوں گا۔ جلانے کے کام آئے گی گھر پہنچ کر جب اُسے چیرتا ہے تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں وہیں پرچہ پر نظر پڑتی ہے اُسے بھی اٹھا کر پڑھ لیتا ہے پھر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے کہتا ہے یہ لیجئے آپ کی رقم۔ معاف کیجئے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور دیر لگ گئی آج کشتی ملی آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا اس نے پوچھا کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے اُس نے کہا میں تو کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا اپنی رقم واپس لیکر خوش ہو کر چلے جاؤ۔ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈالکر اُسے توکلاً علی اللہ ڈال دی تھی اُسے خدا نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی پوری رقم وصول پالی۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ صحیح بخاری شریف میں سات جگہ یہ حدیث آئی ہے۔؎

تحریر لکھنے والوں کے لئے کچھ خاص ہدایات

پھر فرمان ہے کہ لکھنے والا عدل وحق کے ساتھ لکھے کتابت میں کسی فریق پر ظلم نہ کرے اِدھر اُدھر کچھ کمی بیشی نہ کرے بلکہ لین دین والے دونوں متفق ہو کر جو لکھوائیں وہی لکھے۔ لکھا پڑھا شخص معاملہ کو لکھنے سے انکار نہ کرے جب اُسے لکھنے کو کہا جائے لکھدے جس طرح خدا کا یہ احسان اُس پر ہے کہ اُس نے اُسے لکھنا سکھایا اسی طرح جو لکھنا نہ جانتے ہوں اُن پر یہ احسان کرے اور ان کے معاملہ کو لکھدیا کرے۔ حدیث میں ہے یہ بھی صدقہ ہے کہ کسی کام کرنے والے کا ہاتھ بٹا دے کسی گرے پڑے کا کام کر دے اور حدیث میں ہے جو علم کو جان کر پھر اُسے چھپائے قیامت کے دن اُسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ حضرت مجاہدؒ اور حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کاتب پر لکھدینا اس آیت کی رُو سے واجب ہے۔ جسکے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اللہ سے ڈرے نہ کمی بیشی کرے نہ خیانت کرے۔ اگر یہ شخص بے سمجھ ہے اسراف وغیرہ کی وجہ سے روکدیا گیا ہے یا کمزور ہے یا بچہ ہے یا حواس درست نہیں یا جہالت اور کند ذہنی کی وجہ سے لکھوانا بھی نہیں جانتا تو جو اسکا والی اور بڑا ہو وہ لکھوائے

؎ نیت اگر صحیح ہو تو اس قسم کے واقعات ناممکن نہیں لیکن توکل اور اعتماد کامل ہونا چاہیے پھر اس قسم کے نتائج اور صورتیں سامنے آسکتی ہیں۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ایسی صورتوں میں ہمیشہ اس قسم کے نتائج سامنے آجائیں۔ بلکہ گاہے گاہے قدرت اس طرح کے مظاہرے کچھ خاص قسم کی مصالح کے تحت کرتی ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

گواہی کے کچھ خاص اُصول

پھر فرمایا کتابت کے ساتھ شہادت بھی ہونی چاہیئے تاکہ معاملہ خوب مضبوط اور بالکل صاف ہو جائے۔ دو مَردوں کو گواہ کر لیا کرو اگر نہ مل سکیں تو خیر ایک مرد اور دو عورتیں سہی۔ یہ حکم مال کے اور مقصود مال کے بارے میں ہے دو عورتوں کو قائم مقام ایک عورت کے کرنا بسبب عورت کی عقل کے نقصان کے ہے جیسے صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتو! صدقہ کرو اور بکثرت استغفار کرتی رہو میں نے دیکھا ہے کہ جہنم میں تم بہت زیادہ تعداد میں جاؤ گی۔ ایک عورت نے پوچھا حضور یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا تم لعنت زیادہ بھیجی کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کی کمی کے مَردوں کی عقل مارنے والی تم سے زیادہ کوئی ہو۔ اس نے پھر پوچھا کہ حضور ہم میں دین کی اور عقل کی کمی کیسے ہے؟ فرمایا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔ اور دین کی کمی یہ ہے کہ ایام حیض میں نہ نماز ہے نہ روزہ[ط]۔ گواہوں کی نسبت فرمایا کہ یہ شرط ہے کہ وہ عدالت والے ہوں۔ امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں گواہ کا ذکر ہے وہاں عدالت کی شرط ضروری ہے گو وہاں لفظوں میں نہ ہو۔ اور جن لوگوں نے ان کی گواہی رَد کر دی ہے جن کا عادل ہونا معلوم نہ ہو ان کی دلیل بھی یہی آیت ہے وہ کہتے ہیں کہ گواہ عادل اور پسندیدہ ہونا چاہیئے۔ دو عورتیں مقرر کرنے کی حکمت بھی بیان کر دی کہ اگر ایک گواہی کو بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے گی۔ فَتُذَكِّرَ کی دوسری قرأت فَتُذْكِرَ بھی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت اس کے ساتھ مل کر مثل شہادت مرد کے کر دے گی انھوں نے تکلف کیا ہے صحیح بات پہلی ہی ہے واللہ اعلم۔ گواہوں کو چاہیئے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں یعنی جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ اس معاملہ پر گواہ رہو تو انھیں انکار نہ کرنا چاہیئے جیسے کاتب کی بابت بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ یہاں سے یہ بھی فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ گواہ رہنا بھی فرض کفایہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ جب گواہ گواہی دینے کے لئے طلب کیا جائے یعنی جب اس سے واقعہ پوچھا جائے تو وہ بیان کرنے سے انکار نہ کرے چنانچہ حضرت ابومجلز مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب گواہ رہنے کے لئے بلائے جاؤ تو تمھیں اختیار ہے خواہ جاؤ خواہ نہ جاؤ لیکن جب گواہ ہو چکے پھر گواہی دینے کے لئے جب بلایا جائے تو ضرور جانا پڑے گا۔ صحیح مسلم اور سُنن کی حدیث میں ہے اچھے گواہ وہ ہیں جو بے پوچھے ہی گواہی دیدیا کریں صحیحین کی دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ بدترین گواہ وہ ہیں جن سے گواہی طلب نہ کی جائے اور وہ گواہی دینے بیٹھ جائیں اور وہ حدیث جس میں ہے کہ پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسمیں گواہیوں پر اور گواہیاں قسموں پر پیش پیش رہیں گی اور روایت میں آیا ہے کہ اُن سے گواہی نہ لی جائے گی تاہم وہ گواہی دیں گے۔ تو یاد رہے کہ یہ مذمت جھوٹی گواہی دینے والوں کی ہے اور وہ تعریف سچی گواہی دینے والوں کی ہے اور یہی تطبیق ہے ان مختلف حدیثوں میں۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں آیت دونوں حالتوں کو شامل ہے یعنی گواہی دینے کے لئے بھی اور گواہ رہنے کے لئے بھی انکار نہ کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا لکھنے سے کسمساؤ نہیں مدت وغیرہ لکھ لیا کرو۔ ہمارا یہ حکم پورے عدل والا اور گواہی کو خوب ثابت رکھنے والا ہے کیونکہ اپنی تحریر دیکھ کر بھولی بسری بات بھی یاد آ جاتی ہے نہ لکھا ہو تو ممکن ہے کہ بھول ہو جائے جیسے اکثر ہوتا ہے اور اس میں شک و شبہ کے نہ ہونے کا بھی زیادہ موقعہ ہے کیونکہ اختلاف کے وقت تحریر دیکھ سکتے ہیں اور بغیر شک و شبہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا جبکہ نقد خرید و فروخت ہو رہی ہو تو چونکہ باقی کچھ نہیں رہتا اس لئے اگر نہ لکھا جائے تو کسی جھگڑے کا احتمال نہیں۔ پس کتابت تو ہٹا دی اب رہی شہادت تو سعید بن مسیبؒ تو فرماتے ہیں کہ اُدھار ہو یا نہ ہو ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لیا کرو۔ دیگر بزرگوں سے نقل ہے کہ فَاِنْ اَمِنَ الخ فرما کر اس حکم کو بھی ختم کر دیا۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں۔ بلکہ استحباب کے طور پر اچھائی کے لئے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت کی اور گواہ شاہد نہ تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لئے چلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ذرا جلد نکل گئے اور وہ آہستہ آہستہ آ رہا تھا لوگوں کو یہ تو معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے انھوں نے قیمت لگانی شروع کی یہاں تک کہ جتنے داموں اُس نے آپ کے ہاتھ بیچا تھا اُس سے زیادہ دام لگ گئے۔ اعرابی کی نیت پلٹی اور اس نے آپ کو آواز دے کر کہا حضرت یا تو لے لیجئے یا میں اَور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر رُک کے اور فرمانے لگے تُو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے اُس نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلط کہتا ہے میرے تیرے درمیان معاملہ ہو چکا ہے اب لوگ اِدھر اُدھر سے بیچ میں بولنے لگے اُس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچا یا مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بدبخت آپ تو خدا کے پیغمبر ہیں

[ط] یہ اگرچہ خلقی اور فطری مجبوریاں ہیں تاہم صنفِ نازک کی کمزوری اور خلقی نزاکت پر اس سے استدلال میں کوئی حرج بھی نہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

آپ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے لیکن وہ یہی کہتا رہا کہ لاؤ گواہ پیش کرو۔ اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور اعرابی کے اس قول کو سُن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچدیا ہے اور آنحضرت کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے حضرت خزیمہؓ نے فرمایا کہ آپ کی تصدیق اور سچائی کی بنا پر۔ چنانچہ آپ نے فرمادیا کہ آج سے حضرت خزیمہؓ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے[ا]۔ پس اس حدیث سے خرید و فروخت پر گواہی ضروری نہ رہی۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی گواہ ہوں کیونکہ ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی۔ ایک تو وہ کہ جس کے گھر بد اخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے[ب]۔ دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت سے پہلے اسے سونپ دے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے۔ امام حاکم اسے شرط صحیحین پر بتلاتے ہیں۔ بخاری و مسلم اس لئے اسے نہیں لائے کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ پر موقوف بتلاتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ کاتب کو چاہیئے کہ لکھوانے کے خلاف نہ لکھے اور گواہ کو چاہیئے کہ واقعہ کے خلاف گواہی نہ دے نہ گواہی کو چھپائے۔ حسن قتادہؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباسؓ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔ مثلاً انھیں بلانے کے لئے گئے وہ کسی اپنے کام کاج میں مشغول ہیں تو یہ کہنے لگے کہ تم پر یہ فرض ہے اپنا ہرج کرو اور چلو۔ یہ حق انھیں نہیں۔ اور بہت سے بزرگوں سے بھی یہ مروی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں جس سے روکوں اس کا کرنا جس کے کرنے کو کہوں اُس سے رُک جانا یہ بدکاری ہے جس کا وبال تم سے چھٹے گا نہیں۔ پھر فرمایا اللہ سے ڈرو اس کا لحاظ رکھو اُس کی فرمانبرداری کرو اس کے منہیات سے رُک جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سمجھا رہا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمھیں ہدایت کی روشنی دیدے گا اور جگہ ہے۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اس کے رسول پر ایمان رکھو وہ تمھیں دوہری رحمتیں دے گا اور تمھیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلتے رہو گے۔ پھر فرمایا تمام کاموں کے انجام اور حقیقت سے اُن کی مصلحتوں اور دور اندیشیوں سے خدا آگاہ ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اُس کا علم تمام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اُسے حقیقی علم ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور (وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو قبضہ میں دیدی جائیں اور اگر ایک دوسرے کا

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ

اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہیئے کہ دوسرے کا حق (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو کہ اسکا پروردگار ہے ڈرے اور

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ۳۹ ع ۷

اور جو شخص اس کا اخفا کرے گا اُس کا قلب گنہگار ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمھارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

سفر میں احکام یہ ہیں

یعنی بحالت سفر اگر اُدھار سُدھار کا لین دین ہو۔ اور کوئی لکھنے والا نہ ملے یا ملے مگر قلم دوات یا کاغذ نہ ہو تو رہن رکھ لیا کرو۔ اور جس چیز کو رہن رکھنا ہو اُسے حقدار کے قبضہ میں دیدو۔ مَقْبُوْضَةٌ کے لفظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن جب تک قبضہ میں نہ آجائے لازم نہیں ہوتا۔ جیسے کہ امام شافعیؒ اور جمہور کا مذہب ہے۔ اور دوسری جماعت نے استدلال کیا ہے کہ رہن کا مرتہن کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ضروری ہے امام احمدؒ اور ایک دوسری جماعت سے یہی منقول ہے۔ ایک اور جماعت کا قول ہے کہ رہن صرف سفر میں ہی مشروع ہے جیسے حضرت مجاہد وغیرہ۔ لیکن صحیح بخاری صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فوت ہوئے اُس وقت آپ کی زرہ مدینے کے ایک یہودی ابو الشحم کے پاس تیس وسق جَو کے بدلے گروی تھی جو آپ نے اپنے گھر والوں کے کھانے کیلئے لئے تھے ان مسائل

[ا] آپ کا یہ ارشاد حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی صداقت بیانی کی بنا پر ہے آج بھی ایک صادق القول شخص کا بیان سیکڑوں کے مقابلہ میں ترجیح کے قابل سمجھا جاتا ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری [ب] بد اخلاق عورت کو طلاق دینا ضروری نہیں ہاں اگر اس کے افعال سے پورے گھرانے اور معاشرہ کو کوئی تباہ کن نقصان پہنچ رہا ہو تو پھر علیحدہ کرنا ہی اچھا ہے ۱۲ انظر شاہ [ج] اس لئے جو احکام دیئے جا رہے ہیں اس میں وہ مصالح ملحوظ ہیں جن سے معاہدہ کی فلاح وابستہ ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کے بسط و تفصیل کی جگہ تفسیر نہیں، بلکہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَبِہِ الْمُسْتَعَانُ اس کے بعد کے جملے فَاِنْ اَمِنَ الخ سے حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس کے پہلے کا حکم منسوخ ہوگیا شعبیؒ فرماتے ہیں جب نہ دینے کا خوف نہ ہو تو نہ لکھنے اور نہ گواہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں جسے امانت دیجائے اُسے خوفِ خدا رکھنا چاہیئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہاتھ پر ہے جو اس نے لیا جب تک کہ ادا نہ کرے شہادت کو نہ چھپاؤ، نہ اس میں خیانت کرو، نہ اس کے اظہار کرنے سے رکو۔ ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں جھوٹی شہادت دینی یا شہادت کو چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ یہاں بھی فرمایا اس کا چھپانے والا خطا کار دل والا ہے، جیسے اور جگہ ہے وَلَا نَکْتُمُ شَہَادَۃَ اللّٰہِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۔ یعنی ہم اللہ کی شہادت کو نہیں چھپاتے اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہیں اور جگہ فرمایا ایمان والو عدل و انصاف کے ساتھ خدائی گواہیوں پر ثابت قدم رہو گو اس کی برائی خود تمہیں پہنچے یا تمہارے ماں باپ کو یا رشتے کنبے والوں کو اگر وہ مالدار ہو تو اور فقیر ہو تو۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اولیٰ ہے خواہشوں کے پیچھے پڑ کر عدل سے نہ ہٹو اگر تم زبان دباؤ گے یا پہلو تہی کرو گے تو سمجھ لو کہ اللہ بھی تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ اسیطرح یہاں بھی فرمایا کہ گواہی کو نہ چھپاؤ اس کا چھپانے والا گنہگار دل والا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں انکو اگر تم ظاہر کرو گے یا پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب

بِہِ اللّٰہُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

لیں گے۔ پھر بجز کفر و شرک کے جس کے لئے منظور ہوگا بخشدینگے اور جس کو منظور ہوگا سزا دینگے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

دلوں کے راز پر بھی خدا تعالیٰ مطلع ہے

یعنی زمین آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے چھوٹی موٹی چھپی کھلی کا وہ جاننے والا ہے ہر چھپے کھلے کا وہ حساب لینے والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ الخ کہدے کہ تمہارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو اس کا بخوبی علم ہے وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور جگہ فرمایا وہ چھپی چیزوں کو اور علانیہ کو خوب جانتا ہے اور بھی اس معنی کی بہت آیتیں ہیں یہاں اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ اس پر حساب لیگا جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ پر دہشت طاری ہوگئی کہ چھوٹی بڑی تمام چیزوں کا حساب ہوگا، اور اپنے ایمان کی زیادتی اور یقین کی مضبوطی کیوجہ سے وہ کانپ اٹھے تو حضورؐ کے پاس آکر عاجزی سے عرض پیرا ہوئے کہ حضرتؐ نماز روزہ جہاد صدقہ وغیرہ کا تو ہمیں حکم ہوا جو ہماری طاقت میں تھا لیکن اب جو یہ آیت اتری ہے اسکی برداشت کی طاقت تو ہم میں نہیں آپ نے فرمایا پھر کیا تم یہود و نصاریٰ کیطرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نہیں مانا تمہیں چاہیئے کہ یوں کہو ہم نے سنا اور مانا خدایا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ ہمارے رب ہمیں تو تیری ہی طرف لوٹنا ہے چنانچہ صحابۂ کرامؓ نے اسے تسلیم کر لیا اور زبانوں پر یہ کلمات جاری ہوگئے تو آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ اتری اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو دور کر دیا اور آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ الخ نازل ہوئی (مسند احمد) صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیف اٹھا کر آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ اتاری اور جب مسلمانوں نے کہا کہ خدایا ہماری بھول چوک اور خطا پر ہماری پکڑ نہ کر تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نَعَمْ یعنی میں یہی کرونگا، انہوں نے کہا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا الخ خدایا ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے اگلوں پر ڈالا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بھی قبول، پھر کہا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا خدایا ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال آہ بھی قبول کیا گیا، پھر دعا مانگی خدایا ہمیں معاف فرما ہمارے گناہ بخش دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کیجئے اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا۔ یہ حدیث اور بھی بہت سے طریق سے روایت ہے، ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس آیت وَاِنْ تُبْدُوْا کی تلاوت فرمائی اور بہت روئے آپ نے فرمایا یہی حال صحابہ کا اس کے

؎ امم سابقہ پر انکے مزاج، سخت طبیعتوں، اور جسمانی طاقتوں کے پیشِ نظر خدا تعالیٰ کے احکام بھی سخت ہوئے، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مزاج کو سامنے رکھ کر احکام نرم کا مکلف قرار دیا گیا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا تعالیٰ نے پہلی امتوں پر ظلماً احکام سخت عائد کئے تھے والعیاذ باللہ۔ زانفرشاہ کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند

نازل ہونے کے وقت تھا سخت غمگین ہو گئے اور یہ بھی کہا کہ دلوں کے مالک ہم دل کے خیالات پر بھی پکڑے گئے تو بڑی مشکل ہے آپ نے
فرمایا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کہو چنانچہ صحابہ نے کہا اور پھر بعد والی آیتیں نازل ہوئیں اور عمل پر تو حساب باقی رہا لیکن دل کے خطرات اور نفس کے وسوسے
سے محاسبہ ختم ہو گیا دوسرے طریق سے یہ روایت ابن مرجانہ سے بھی اسی طرح ہے اور اسمیں یہ بھی ہے کہ قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ تم سے اپنے نیک و بد اعمال پر
حساب کتاب ہوگا۔ خواہ زبان کے ہوں خواہ اعضاء کے ہوں لیکن دلی وسواس معاف ہیں اور بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے اسکا منسوخ
ہونا نقل ہے، صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلی خیالات سے درگذر فرمالیا پکڑ اسی پر ہے جو کہیں یا کریں بخاری مسلم میں ہے
حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو جب تک کر گذرے تو ایک برائی لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے
تو صرف ارادہ سے ہی نیکی لکھ لو اور اگر نیکی کر بھی لے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھو (مسلم) اور روایت میں ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو تک
لکھی جاتی ہیں اور روایت میں ہے کہ جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیرا بندہ بدی کرنا چاہتا ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رکے رہو جب تک نہ کرے اسکے نامۂ اعمال میں نہ لکھو اگر کرے تو ایک لکھنا اور اگر چھوڑ دے تو ایک نیکی لکھ لینا کیونکہ مجھ سے
ڈر کر چھوڑتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں جو پختہ اور پورا مسلمان بنجائے اسکی ایک ایک نیکی کا ثواب دس سے لیکر سات سو تک بڑھتا جاتا ہے اور برائی نہیں
بڑھتی۔ اور روایت میں ہے کہ سات سو سے بھی کبھی نیکی بڑھا دیجاتی ہے ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ برباد ہونیوالا وہ ہے جو باوجود
اس رحم وکرم کے بھی برباد ہو ایک مرتبہ اصحابؓ نے آن کر کہا کہ حضرت کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا
بیان کرنا بھی ہم پر گراں گذرتا ہے، آپ نے فرمایا ایسا ہونے لگا؟ انہوں نے کہا ہاں، آپنے فرمایا یہ صریح ایمان ہے (مسلم وغیرہ) حضرت ابن
عباسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تو فرمائیگا
کہ میں تمہیں تمہارے دلوں کے بھید بتاتا ہوں۔ جس پر میرے فرشتے بھی آگاہ نہیں، مومنوں کو تو خبر دیکر پھر معاف فرما دیگا ہاں منافق اور شک و
شبہ والے لوگوں کو ان کی تکذیب کی پوشیدگی پر اطلاع دیکر پھر ان کی پکڑ ہوگی جیسے اور جگہ ہے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ یعنی اللہ
تعالیٰ تمہیں تمہارے دل کے وساوس پر پکڑے گا یعنی دلی شک اور دلی نفاق پر، حسن بصریؒ بھی اسے منسوخ نہیں کہتے امام ابن جریرؒ بھی اسی قول
کو پسند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حساب اور چیز ہے عذاب اور چیز ہے حساب ہونے پر عذاب ضروری نہیں، ہو سکتا ہے کہ حساب لیکر معاف کر دیا
جائے اور سزا دی جائے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے حضور
سے سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے آپنے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان والے کو اپنے پاس بلالیگا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دیگا، پھر اس سے کہیگا
بتا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا؟ وہ غریب اقرار کرتا جائیگا۔ جب بہت سے گناہوں کا اقرار کر لیگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا، سن دنیا میں بھی میں نے
تیرے ان عیوب کی پردہ پوشی کی اور اب آج کے دن میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں اب اسے اسکی نیکیوں کا صحیفہ اس کے
داہنے ہاتھ میں دیدیا جائے گا ہاں البتہ کفار و منافق کو تمام مجمع کے سامنے رسوا کیا جائیگا ان کے گناہ ظاہر کئے جائیں گے، اور پکار دیا جائیگا
کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار ہے۔

حضرت زیدؓ نے ایک مرتبہ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے سوال کیا تو آپنے فرمایا جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس بارے میں پوچھا ہے تب سے لیکر آج تک مجھ سے کسی شخص نے نہیں پوچھا آج تو نے پوچھا ہے بس اس سے مراد بندے کو دنیوی
تکلیفیں مثلاً بخار وغیرہ تکلیفیں پہنچنا ہے یہانتک کہ مثلاً ایک جیب میں نقدی رکھی ہے اور خیال رہا کہ اس کی دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا

لہ یہ ان کی رحمت ہے۔ ۲ یہ ارحم الراحمین ہونے کا تقاضہ ہے۔ ۳ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی عظمت، ہیبت اور کبریائی کا یقین
تمہارے قلوب میں جاگزین ہوتا تو اپنے ان خیالات کے اظہار میں تم کوئی تکلف محسوس نہ کرتے اور جب ان خیالات کی اظہار کی تم میں جرأت نہیں تو معلوم ہوا کہ
خدائے سمیع و بصیر کی عظمت کے جذبات سے قلب معمور ہے اور یہی ایمان ہے ایمان کی علامت ہے۔ ۴ خدا تعالیٰ کا ہمارا جیسا جسم نہیں ہے یہ سب تعبیرات
ہمیں سمجھانے کیلئے اختیار کی ہیں اسلئے یہ سمجھنا کہ انکے بازو، ہاتھ آنکھ، کان، ناک وغیرہ ہیں اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے۔ (انظر شاہ کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند)

وہاں نہ نکلی دل پر چوٹ سی پڑی پھر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا وہاں سے مل گئی اس پر بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے وقت وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جسطرح خالص سرخ سونا ہو ترمذی وغیرہ، یہ حدیث غریب ہے۔

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلعم) اس چیز کا جو انکے پاس انکے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی آپ کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

اسکی کتابوں کے ساتھ اور اسکے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اسکے سب پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا۔

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا

ہم آپکی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو

مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ

اس کو ثواب بھی اسی کا ملیگا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا

اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج

چوک جائیں۔ اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقف

اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا یا آخرت کا) نہ ڈالیے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجیے ہم سے اور بخشش دیجیے ہم کو

وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور رحم کیجیے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجیے۔

سورہ بقرہ کا اختتام، تمام مضامین کا اجمالی بیان اور بعض حقائق پر ایک مکمل تبصرہ

ان دونوں آیتوں کی فضیلت کی حدیثیں سنئے۔ صحیح بخاری میں ہے جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اسے یہ دونوں کافی ہیں مسند احمد میں ہے میں سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہوں، مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں دیا گیا، صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور کو معراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان میں ہے جو چیز آسمان کیطرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک پہنچتی ہے اور یہاں سے لیلی جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے اترتی ہے وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں وہاں حضور کو تین چیزیں دی گئیں پانچوں وقت کی نمازیں سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔ مسند میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو مجھے یہ عرش کے نیچے کے خزانوں سے دیگئی ہیں۔ ابن مردویہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں میں سورہ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو نہ میرے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائینگی، ابن مردویہ میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہے اور حدیث ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جسمیں دو آیتیں اتار کر سورہ بقرہ ختم کی جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائیں اس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جاسکتا، امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں لیکن حاکمؒ اپنی مستدرک میں اسے صحیح کہتے ہیں، ابن مردویہ میں ہے کہ جب حضور سورہ بقرہ کا خاتمہ اور آیت الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں

اور جب آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ اور آیت اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ پڑھتے تو زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ الخ نکل جاتا اور سست ہو جاتے ابن مردویہ میں ہے مجھے سورۂ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے آخر کی آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں اور مفصل کی سورتیں اور زیادہ ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ ہم حضور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت جبرئیلؑ بھی تھے کہ اچانک ایک دہشت ناک بہت بڑے دھماکے کی آواز آسمان سے آئی حضرت جبرئیلؑ نے اوپر کو آنکھیں اٹھائیں اور فرمایا آسمان کا یہ وہ دروازہ کھلا ہے جو آج تک کبھی نہیں کھلا تھا اس سے ایک فرشتہ اترا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ خوش ہو جائیے آپ کو وہ دو نور دیئے جاتے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ان میں سے ایک ایک حرف پر آپ کو نور دیا جائے گا۔ (مسلم) پس یہ دس حدیثیں ان مبارک آیتوں کی فضیلت میں ہیں۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ایمان لائے جو اہل ایمان کیطرف ان کے رب کیجانب سے نازل ہوا اسے سنکر آپ نے فرمایا وہ ایمان لانے کا پورا مستحق تھا۔ اور دوسرے ایماندار بھی ایمان لائے ان سب نے مان لیا کہ اللہ اکیلا ہے وہ وحدانیت والا ہے، وہ تنہا ہے وہ بے نیاز ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اسکے سوا کوئی پالن ہار ہے یہ تمام انبیا کو مانتے ہیں تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں آسمانی کتابوں کو سچی جانتے ہیں جو انبیاء اکرام پر اتری ہیں وہ نبیوں میں جدائی نہیں کرتے کہ ایک کو مانیں ایک کو نہ مانیں بلکہ سب کو سچا جانتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پاکباز طبقہ رشد و ہدایت والا اور لوگوں کی خیر کی طرف رہبری کرنیوالا ہے گو بعض بعض احکام ہر نبی کے زمانہ میں ادل بدل ہوتے رہے یہاں تک کہ حضورؐ کی شریعت سب کی ناسخ ٹھیری، خاتم انبیاء و مرسلین آپ تھے، قیامت تک آپ کی شریعت باقی رہیگی اور ایک جماعت اس کی اتباع بھی کرتی رہیگی انہوں نے اقرار بھی کیا کہ ہم نے کلام اللہ سنا اور احکام خدا ہمیں تسلیم ہیں انہوں نے کہا خدایا ہمیں مغفرت، رحمت اور لطف عنایت فرما تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے یعنی حساب والے دن، حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپکی اور آپکی تابعدار امت کی یہاں ثنا و صفت بیان ہو رہی ہے، آپ اس موقع پر دعا کیجئے قبول کیجائیگی مانگئے کہ خدا طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے ÷ پھر فرمایا کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف اللہ تعالیٰ نہیں دیتا یہ اس کا لطف و کرم اور احسان و انعام ہے صحابہ کو جو کھٹکا ہوا تھا اور ان پر جو یہ فرمان گراں گذرا تھا کہ دل کے خطرات پر بھی حساب لیا جائیگا، وہ حرج اس آیت سے اٹھ گیا مطلب یہ ہے کہ گو حساب ہو سوال ہو لیکن جو چیز طاقت سے باہر ہے اس پر عذاب نہیں کیونکہ دل میں کسی خیال کا دفعتاً آجانا روکے رک نہیں سکتا بلکہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ایسے وسوسوں کو برا جاننا دلیل ایمان ہے ÷ بلکہ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی، اعمال صالحہ کرو گے جزا پاؤ گے، اعمال خبیثہ کرو گے سزا بھگتو گے پھر دعا تعلیم کی اور اسکی قبولیت کا وعدہ فرمایا کہ خدایا بھولے چوکے جو احکام ہم سے چھوٹ گئے ہوں یا جو برے کام ہو گئے ہوں یا شرعی احکام میں غلطی کر کے جو خلاف شرع کام ہم سے ہو گئے ہوں وہ معاف فرما، پہلے صحیح مسلم کے حوالے سے حدیث گذر چکی ہے کہ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اسے قبول فرمالیا میں نے یہی کیا اور حدیث میں آچکا کہ میری امت کی بھول چوک معاف ہے اور جو کام زبردستی کرائے جائیں وہ بھی معاف ہیں (ابن ماجہ) خدایا ہم پر مشکل اور سخت اعمال کی مشقت نہ ڈال جیسے اگلے دین والوں پر سخت سخت احکام تھے جو آنحضرتؐ کو نبی رحمت بنا کر بھیجکر دور کئے گئے اور آپ کو ایک طرفہ سہل اور آسان دین دیا گیا اسے بھی پروردگار نے قبول فرمائی، حدیث میں بھی ہے کہ میں یکسوئی والا اور آسان دین دیکر بھیجا گیا ہوں۔ خدایا وہ تکلیفیں بلائیں اور مشقتیں ہم پر نہ ڈال جن کی برداشت کی طاقت ہمیں نہیں۔ حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں اس سے مراد فریب اور غلبۂ شہوت ہے اس کے جواب میں بھی قبولیت کا اعلان خدائے عالم کیطرف سے کیا گیا اور ہماری تقصیروں کو معاف فرما جو تیری راہ میں ہوئی ہیں، اور ہمارے گناہوں کو بخش، ہماری برائیوں اور بداعمالیوں کی پردہ پوشی کر ہم پر رحم و کرم کر تاکہ پھر ہم سے تیری نامرضی کا کوئی کام نہ ہو اسی لئے بزرگوں کا قول ہے کہ گنہگار کو تین باتوں کی ضرورت ہے ایک تو خدا کی معافی کی تاکہ عذاب سے نجات پائے، دوسرے پردہ پوشی کی تاکہ رسوائی سے بچے، تیسرے عصمت کی تاکہ وہ دوبارہ گناہ میں مبتلا نہ ہو، اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان کیا۔ تو ہمارا ولی و ناصر ہے تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے، تجھی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں تو ہی ہمارا سہارا ہے تیری مدد کے سوا نہ تو ہم کسی نفع کے حاصل کرنے پر قادر ہیں نہ کسی برائی سے بچ سکتے ہیں تو ہماری ان لوگوں پر مدد کر جو تیرے دین کے منکر ہیں، تیری وحدانیت نہیں مانتے تیرے نبی کی

رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تیرے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں مشرک ہیں خدایا تو ہمیں ان پر غالب کر، دنیا اور دین میں ہم ہی ان پر غالب ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں بھی فرمایا ہاں میں نے یہ بھی کر دیا۔ حضرت معاذ جب اس آیت کو ختم کرتے آمین کہتے۔ (ابن جریر)

آل عمران اور اسکے مضامین کی تفسیر

یہ سورت مدنی ہے اس کے شروع کی تراسی آیتیں بخران کے عیسائیوں کے جو ایلچی حضور کی خدمت میں ۹ھ ہجری میں آئے تھے انکے بارے میں نازل ہوئی ہیں جسکا مفصل بیان مباہلہ کی آیت قُلْ تَعَالَوْا الخ کی تفسیر میں عنقریب آئیگا۔ انشاء اللہ اسکی فضیلت میں جو حدیثیں ہیں وہ سورۂ بقر کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دی گئی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۝ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ انکے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں۔ وہ زندہ (جاوید) ہیں سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپکے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے

لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝

کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان (آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (اسیطرح بھیجا تھا) توریت اور انجیل کو اسکے قبل۔ لوگوں کی ہدایت کیواسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۭ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

بے شک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ان کے لئے سزائے سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غلبہ (اور قدرت) والے ہیں بدلا لینے والے ہیں۔

آیت الکرسی کی تفسیر کے بیان میں پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ اسم اعظم اس آیت اور آیت الکرسی میں ہے اور الٓمّٓ کی تفسیر سورۂ بقرہ کے شروع میں بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ کی تفسیر بھی آیت الکرسی کی تفسیر میں ہم لکھ آئے ہیں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے جس میں کوئی شک نہیں بلکہ یقیناً وہ خدا کی طرف سے ہے جسے اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتے اس پر گواہ ہیں اور خدا کی شہادت کافی وافی ہےؐ۔ یہ قرآن اپنے سے پہلے کے تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور وہ کتابیں اس قرآن کی سچائی پر دلیل ہیں اس لئے کہ ان میں جو اس نبیؐ کے آنے اور اس کتاب کے اترنے کی خبر تھی وہ سچی ثابت ہوئی۔ اسی نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر توراۃ اتاری، اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر انجیل اتاری یہ دونوں بھی اسی زمانے کے لوگوں کے لئے ہدایت دینے والی تھیں۔ اس نے فرقان اتارا جو حق و باطل ہدایت و ضلالت میں اور گمراہی اور راہِ راست میں فرق کرنیوالا ہے اس کی واضح اور روشن دلیلیں اور زبردست برہان ہر ایک کو کفایت کرنے والے ہیں، حضرت قتادہؒ حضرت ربیع بن انسؒ کا بیان ہے کہ فرقان سے مراد یہاں قرآن ہے گویہ مصدر ہے لیکن چونکہ قرآن کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا ہے اس لئے یہاں فرقان فرمایا۔ ابو صالحؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے توراۃ ہے مگر یہ ضعیف ہے اس لئے کہ توراۃ کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا ہے واللہ اعلم قیامت کے دن منکروں اور باطل پرستوں کو سخت عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے بڑی شان والا ہے اعلیٰ سلطنت والا ہے۔ انبیاء کرام اور معزز رسولوں کے مخالفوں سے اور خدا کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں سے جناب باری زبردست انتقام لیگا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ

بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے (نہ کوئی چیز) زمین میں اور نہ (کوئی چیز) آسمان میں وہ ایسی ذات (پاک) ہے کہ تمہاری صورت (شکل) بناتا ہے ارحام میں

ؐ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شبہ و شک نہ تھا یہ طرز یہاں صرف دوسروں کیلئے ہے آپؐ اسکے مخاطب نہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎ خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں۔ (انظر شاہ کشمیری)

كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

جس طرح چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اسکے وہ غلبہ والے بڑی حکمت والے ہیں۔

توحید کے دلائل

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ آسمان و زمین کے غیب کو وہ بخوبی جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں صورتیں عنایت فرماتا ہے جس طرح کی چاہتا ہے اچھی، بری، نیک، بد، اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، وہ غالب ہے، حکمت والا ہے جبکہ صرف اسی ایک نے تمہیں بنایا اور پیدا کیا پھر عبادت دوسرے کی کیوں کرو؟ وہ لازوال عزتوں والا غیر فانی حکمتوں والا اٹل حکموں والا ہے اس میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کی چوکھٹ پر جھکنے والے تھے جس طرح کل انسان ہیں انہی انسانوں میں سے ایک آپ بھی ہیں وہ ماں کے رحم میں بنائے گئے اور میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے پھر وہ خدا کیسے بن گئے۔ جیسے کہ اس جماعت نصاریٰ نے سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رگ و ریشہ میں اِدھر اُدھر پھرتے پھراتے رہے جیسے اور جگہ ہے يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ وہ خدا تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے ایک پیدائش کے بعد دوسری طرح کی بناوٹ تین تین اندھیریوں میں ہوتی ہے۔

ھُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ

وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڬ

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اسکے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اسکے (غلط) مطلب ڈھونڈھنے کی غرض سے

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ

حالانکہ ان کا صحیح (مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور) نہیں جانتا جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں (یہ) سب ہمارے پروردگار کی

رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَيْتَنَا وَ

طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں۔

ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ

اور ہم کو اپنے پاس سے رحمتِ (خاصہ) عطا فرمائیے۔ بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار آپ بلاشبہ تمام آدمیوں کو (میدانِ محشر میں)

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

جمع کرنیوالے ہیں اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں (اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدے کو۔

قرآن کے مضامین کی تقسیم

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جنکا بیان بہت واضح بالکل صاف اور سیدھا ہر شخص انکے مطلب تک پہنچ سکتا ہے اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جنکے مطلب تک عموماً ذہن رسائی نہیں کر سکتے، اب جو لوگ دوسری قسم کی آیتوں کو پہلی قسم کی طرف لوٹائیں، یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں تو وہ راستی پر ہیں اور جو صاف صریح آیتوں کو چھوڑ کر ایسی آیتوں کو دلیل بنائیں جو انکے فہم سے بالاتر ہیں اور ان میں الجھ جائیں یہ وہ ہیں جو منہ کے بل گر پڑے، اُمّ الکتاب یعنی اصل اصول کتاب اللہ کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں، شک شبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے سمجھو بعض آیتیں ایسی بھی ہیں کچھ معنی تو ایسے ہیں جو ظاہر آیتوں کے موافق ہوں اور ممکن ہے اسکے سوا اور معانی بھی نکلیں گو وہ حرف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے ہوں نہ کہ واقعی طور پر تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی سلف سے منقول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں جنہیں حلال حرام احکام نہی عن ممنوعات، حدیں اور اعمال کا بیان ہو، اسی طرح آپ سے یہ بھی روایت ہے قُلْ تَعَالَوْا

اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ الخ اور اس کے بعد کی تینوں والی آیتیں محکمات ہیں اور وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا الخ اور اسکے بعد کی تین آیتیں حضرت ابو فاختہؒ فرماتے ہیں یہ سورتوں کے شروع ہیں یحییٰ بن یعمرؒ فرماتے ہیں یہ فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال وحرام کی آیتیں ہیں، سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں انہیں اصل کتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں حضرت مقاتلؒ کہتے ہیں اس لئے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں تشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے کی ہیں اور جو پیچھے کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئی ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں اور جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کے لئے وہ احکام نہیں حضرت ابن عباس کا بھی یہ فرمان ہے حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں اس سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں، حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنیوالی ہیں جیسے اور جگہ ہے كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ یہ وہ کلام ہے جو ایک ہی طرز کے ماتحت ہو اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے صفت جنت دوزخ کی، اور حال نیکوں اور بدوں کا وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں تشابہ محکم کے مقابلہ میں ہے اسلئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور یہی فرمان ہے حضرت محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہیں ان میں بندوں کا بچاؤ ہے جھگڑوں کا فیصلہ ہے باطل کا قلع قمع ہے انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی ہٹا نہیں سکتا نہ انکے معنی میں ہیر پھیر کر سکتا ہے تشابہات کی سچائی میں کلام نہیں انمیں تصریف وتاویل کرنی چاہیئے ان سے خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزماتا ہے جیسے حلال حرام سے آزماتا ہے انہیں باطل کیطرف لے جانا اور حق سے پھیر دینا نہ چاہیئے۔ پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ٹیڑھ پن گمراہی اور حق سے باطل کیطرف جاتا ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لیکر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو محکم آیتیں ہیں انمیں انکا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا کیونکہ انکے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان میں اپنے لئے کوئی دلیل پاتے ہیں۔ اسلئے فرمان ہے کہ اس سے مقصد ان کا فتنہ کی تلاش ہوتی ہے تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں اپنی بدعتوں کی دلیل قرآن سے لانا چاہتے ہیں، حالانکہ قرآن تو بدعتوں کی تردید کرتا ہے جیسے کہ عیسائیوں نے دلیل پیش کی ہے، حضرت عیسیٰ کے خدا کا لڑکا ہونے پر قرآن کے الفاظ روح اللہ سے اور کلمۃ اللہ سے پس اس متشابہ آیت کو لیکر صاف آیت جسمیں یہ لفظ ہیں کہ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ الخ یعنی حضرت عیسیٰ خدا کے غلام ہیں جن پر خدا کا انعام ہے اور جگہ ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ الخ یعنی حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدمؑ کی طرح ہے کہ انہیں خدا نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا اور اسیطرح کی اور بھی بہت سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے خدا کا بیٹا ہونے پر دلیل پیش کی حالانکہ آپ خدا کی مخلوق ہیں خدا کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے کہ اسے اسکے معنے پر باقی نہ رکھیں حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو۔ یہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں یہ حدیث مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں موجود ہے صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے ملاحظہ ہو کتاب القدر، ایک اور حدیث میں ہے یہ لوگ خوارج ہیں (مسند احمد) پس اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے تاہم اس کا مضمون صحیح ہے۔

بدعت کی بنیاد، آپکی ایک پیشین گوئی

اس لئے کہ پہلی بدعت خوارج نے ہی پھیلائی یہ فرقہ محض دنیوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا حضور علیہ السلام نے جس وقت حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا اور ان میں سے ایک نے جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا اس نے حضورؐ کے سامنے آکر صاف کہا کہ حضرت عدل کیجئے آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا آپ نے فرمایا مجھے تو خدا نے امین بنایا تھا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تو تو نامراد اور نقصان میں پڑا جب وہ لوٹا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دیجائے کہ میں اسے مار ڈالوں آپ نے فرمایا اسکی جنس سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو انکی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنی قرآن خوانی کو ان کی قرآن خوانی کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے حالانکہ وہ دین سے اس طرح نکل جائینگے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے تم جہاں انہیں پاؤ قتل کرو۔ انکے قتل کرنے والے کو بڑا اجر ملیگا حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کا ظہور ہو گیا اور آپ نے انہیں نہروان میں قتل کیا پھر ان میں پھوٹ پڑی اور ان کے ... نکل نے تے

ہو گئے اور نئی نئی بدعتیں دین میں جاری کریں اور خدا کی راہ سے بہت دور جا پڑے ان کے بعد قدریہ فرقے کا ظہور ہوا پھر معتزلہ نکلے پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے اور حضورؐ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ میری امت میں عنقریب تہتر فرقے ہوں گے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے صحابہ رضؓ نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں گے، آپ نے فرمایا وہ جو اس چیز پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (مستدرک حاکم) ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا میری امت میں ایک قوم ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو اس کے مطالب بیان کریگی۔ پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی مطلب خدا ہی جانتا ہے۔ لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں ؟ اسمیں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے ایک وہ جس کے سمجھنے میں کوئی معذور نہیں ایک وہ جسے عرب اپنی لغت سے سمجھتے ہیں ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذات باری کے اور کوئی نہیں جانتا یہ روایت پہلے بھی گذر چکی ہے حضرت عائشہ رضؓ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے، مال کی کثرت کا جس سے حسد بغض پیدا ہوگا اور آپس کی سر پھٹول شروع ہوگی دوسرے یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور گہرے علم والے کہدیتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے الخ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرکے اسے بے پرواہی سے ضائع کر دیں گے، یہ حدیث بالکل غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ قرآن اسلئے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کے خلاف ہو جسکا تمہیں علم ہو اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ (ابن مردویہ) ابن عباسؓ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور حضرت مالک بن انسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ گہرے علم والے بھی اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے پختہ علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ اُبَی بن کعبؓ بھی یہی فرماتے ہیں، امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں یہ تو تھی وہ جماعت جو اِلَّا اللّٰہُ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملے کو اس سے الگ کرتی تھی اور لوگ یہاں نہیں ٹھیرتے اور فِی الْعِلْمِ پر وقف کرتے ہیں اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے ایسی بات کہنی ٹھیک نہیں حضرت ابن عباس رضؓ فرمایا کرتے تھے میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں مجاہدؒ فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، حضرت محمد بن جعفر بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے پھر متشابہ آیتوں کی تفسیر محکمات سے کرتے ہیں جن میں کسی کو مجال سخن نہیں رہتی مضامین قرآن ٹھیک ٹھاک ہو جاتے ہیں دلیل جاری ہوتی ہے عذر ظاہر ہو جاتا ہے باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفع ہو جاتا ہے حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کی کہ خدا یا انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم دے۔

تاویل کی حقیقت

بعض علماء نے یہاں تفصیل کی ہے وہ فرماتے ہیں تاویل دو معنی میں قرآن کریم میں آئی ہے، ایک معنی تو ایک چیز کی اصلی حقیقت اور صحیح اصلیت جیسے قرآن میں ہے یٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے اور جگہ ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ کافروں کو انتظار صرف اس کی حقیقت ظاہر ہونے کا ہے جس دن اس کا مصداق آجائیگا پس ان دونوں جگہ مراد تاویل سے حقیقت ہے اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لیجاوے تو اِلَّا اللّٰہُ پر وقف ضروری ہے اس لئے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا تو وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مبتدا ہوگا اور يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ خبر ہوگی اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا اور دوسرے معنی تاویل کے تفسیر اور بیان اور ایک شی کی تعبیر دوسری شے سے ہوتے [illegible] ہیں میں ہے نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ہمیں اس کی تاویل بتاؤ یعنی تفسیر اور بیان، اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو فِی الْعِلْمِ [illegible] ٹھیرنا چاہیئے اس لئے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہی سے ہے گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں تو [illegible] متشابہ حال ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معطوف ہو بغیر معطوف علیہ کے۔ جیسے اور جگہ ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الخ سے يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ [illegible] اور جگہ ہے وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی وَجَآءَ الْمَلٰٓئِكَةُ صُفُوْفًا صُفُوْفًا۔ اور انکی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس

ایمان لائے اس کے یہ معنی ہیں کہ متشابہ پر، پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب خدا کیطرف سے ہے اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں جیسے اور جگہ ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور فکر نہیں کرتے اگر یہ خدا کے سوا اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا اسی لئے یہاں یہ بھی فرمایا کہ اسے صرف عقلمند ہی سمجھتے ہیں جو اس میں غور و تدبر کریں جو عقل والے ہوں جن کے دماغ درست ہوں۔

راسخین فی العلم کون ہیں؟

حضور علیہ السلام سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو جس کی زبان سچی ہو جس کا دل سلامت ہو جس کا پیٹ حرام سے بچا ہوا ہو اور جس کی شرمگاہ زناکاری سے محفوظ ہو وہ مضبوط علم والے ہیں (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں آپ نے فرمایا سنو تم سے پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے تم ان میں اختلاف نکال کر ایک کو دوسری کے متضاد نہ بتاؤ، جتنا جانتے ہو کہو اور جو معلوم نہیں اسے جاننے والوں کے سپرد کرو (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے، جو جانو اس پر عمل کرو جو نہ جانو اسے جاننے والے کیطرف سونپو جَلَّ جَلَالُهٗ (ابو یعلی) نافع ابن یزیدؒ کہتے ہیں راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں، جو عاجزی کرنے والے ہوں رب کی رضا کے طالب ہوں اپنے سے بڑوں سے دبنے والے نہوں اپنے سے چھوٹے کو حقیر بنانیوالے نہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو جبکہ تو نے ہدایت پر لگا دیا ہے انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑ کر خراب ہو جاتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی صراطِ مستقیم پر قایم رکھ اور اپنے مضبوط دین پر دائم رکھ اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما کر ہمارے دلوں کو استقلال دے ہماری پراگندگی کو دور کر ہمارے ایمان و یقین کو بڑھا تو بہت بڑا دینے والا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما ہوا رکھ پھر یہ دعا رَبَّنَا لَا تُزِغْ الخ پڑھتے اور حدیث میں ہے کہ آپ بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ حضرت اسماء رضؓ نے ایک دن پوچھا کیا دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے اگر چاہے قائم رکھے اگر چاہے پھیر دے ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے وہ بڑی دین والا ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے کہ میں اپنے لئے وہ دعا مانگا کروں آپ نے فرمایا یہ دعا مانگ اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدِ النَّبِیِّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ اے اللہ اے محمد نبیؐ کے رب میرے گناہ معاف فرما میرے دل کا غصہ اور رنج اور سختی دور کر دے اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچالے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی آپ کی دعا یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ الخ سن کر حضرت اسماء کی طرح سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اور پھر قرآن کی یہ دعا پڑھ کے سنائی یہ حدیث غریب ہے، لیکن آیت قرآنی کی تلاوت بغیر تو بخاری مسلم میں بھی مروی ہے نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو جاگتے تو یہ دعا پڑھتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِیْ وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ خدایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے اپنے گناہوں کا استغفار کرتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں خدایا میرے علم میں زیادتی دے اور میرے دل کو جب تو نے ہدایت دی ہے پھر گمراہ نہ کر اور مجھے اپنے پاس کی رحمت بخش تو بہت کچھ دینے والا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی پہلی دو رکعتوں میں آپ کو وہ ... کے بعد مفصل کی چھوٹی سی دو سورتیں پڑھیں اور تیسری رکعت میں سورۂ الحمد شریف کے بعد یہی آیت پڑھی ابو عبداللہ صنابحیؒ جو ... عطیہ ... اس وقت انکے

ــــــــ

ــہ یعنی دنیا کے با اقتدار لوگوں کی طاقت اور اقتدار کی رعایت کرتے ہوئے اظہار حق سے گریز کرنے کے عادی نہ ... بلکہ عام معاملات میں حق گوئی، دین کے معاملہ میں انسان کے حق گو ہونے کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔

قریب چلا گیا تھا یہاں تک کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے لگ گئے تھے اور میں نے خود اپنے کان سے حضرت الصدیق کو یہ پڑھتے ہوئے سنا (عبدالرزاق) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جبتک یہ حدیث نہیں سنی تھی آپ اس رکعت میں سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ الخ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو پڑھنا شروع کیا اور کبھی ترک نہیں کیا، پھر فرمایا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدایا تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان میں فیصلے اور حکم کرنے والا ہے ان کے اختلافات کو ختم کرنے والا ہے اور ہر ایک کے بھلے بُرے عمل کا بدلہ دینے والا ہے۔ اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچے ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَ

بالیقین جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آ سکتے انکے مال (دولت) اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی اور

أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ○ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا

ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہونگے جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا۔ اور ان سے پہلے والے (کافر) لوگوں کا کہ انہوں نے

بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○

ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے گناہوں کے سبب دار و گیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

متشابہات کو نہ سمجھکر ان کا انکار کرنیوالے کافر ہیں

فرماتا ہے کہ کافر جہنم میں جلنے والی لکڑیاں ہیں ان ظالموں کو اس دن عذر معذرت کام نہ آئے گی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے بُرا گھر ہے انکے مال اور انکی اولادیں بھی انہیں کچھ نفع نہیں پہنچائینگی خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکینگی جیسے اور جگہ فرمایا فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ الخ تو ان کے مال و اولاد پر تعجب کر خدا کا ارادہ اسکی وجہ سے انہیں دنیا میں بھی عذاب کرنیکا ہے انکی جانیں کفر ہی میں نکلینگی اسیطرح ارشاد ہے کافروں کا شہروں میں گھومنا گھامنا تجھے فریب میں نہ ڈالے یہ تو معمولی سا فائدہ ہے پھر ان کی جگہ جہنم ہی ہے جو بدترین بچھونا ہے اسیطرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ خدا کی باتوں کے جھٹلانے والے اس کے رسولوں کے منکر اسکی کتاب کے مخالف اسکی وحی کے نافرمان اپنی اولاد اور اپنے مال سے کوئی بھلائی کی توقع نہ رکھیں یہ جہنم کی لکڑیاں ہیں جن سے جہنم سلگائی اور بھڑکائی جائیگی جیسے اور جگہ ہے إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الخ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو۔

اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے قبولیت عام حاصل کریگا

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ صاحبہ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور باآواز بلند فرمانے لگے لوگو! کیا میں نے خدا کی باتیں تم تک پہنچا دیں۔ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ لوگو! کیا میں نے خدا کی رسالت پہنچا چکا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے ہاں حضور بیشک آپ نے خدا کا دین ہمیں پہنچایا پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا سنو خدا کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلیگا یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا مسلمان اسلام کو لیکر سمندروں کو چیرتے پھاڑتے نکلجائیں گے اور اسلام کی اشاعت کرینگے یاد رکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے (پھر تکبر بڑائی اور خود بینی کے طور پر) کہنے لگیں گے ہم قاری ہیں ہم عالم ہیں، کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو؟ کیا ان لوگوں میں کچھ بھی بھلائی ہوگی؟ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا وہ تم ہی مسلمانوں میں سے ہونگے لیکن وہ ... ہیں کہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے اسمیں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا ہاں خدا کی قسم آپنے بڑی جدوجہد سے تبلیغ کی ... ہیں جہد اور دوڑ دھوپ کی۔ آپنے ہماری زبردست خیر خواہی کی اور ہمارا فائدہ ملحوظ رکھا، پھر فرماتا ہے جیسا حال فرعونیوں کا تھا اور جیسے کرتوت ان ... لفظ دَأْب ہمزہ کے جزم سے بھی آتا ہے اور ہمزہ کے زبر سے بھی آتا ہے جیسے نَهْر اور نَهَر اسکے معنی شان اور عادت حال طریقے کے آتے ہیں ... شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے مطلب آیۂ شریفہ کا یہ ہے کہ کفار کو مال و اولاد خدا کے ہاں کچھ کام نہ آئیگی جیسے فرعونیوں اور ان سے ... کچھ کام نہ آئی اللہ کی پکڑ سخت ہے اسکا عذاب دردناک ہے کوئی کسی طاقت سے اس سے بچ نہیں سکتا نہ اسے ہٹا سکتا ہے

وہ خدا جو چاہے کرتا ہے ہر چیز اس کے سامنے پست ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ رب۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ

آپ ان کفر کرنیوالوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کئے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کیطرف جمع کرکے لیجائے جاؤ گے اور جہنم ہے برا ٹھکانا بیشک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے

فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ

دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے۔ ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصہ زیادہ ہیں کھلی آنکھوں

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○

دیکھنا اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جسکو چاہتے ہیں قوت دیدیتے ہیں۔ (سو) بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے دانش (بینش) والے لوگوں کو۔

کفر کا قلع قمع ہونا یقینی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافروں سے کہدیجئے کہ تم دنیا میں بھی پست اور مغلوب کئے جاؤ گے۔ مغلوب اور ماتحت ہو گے اور قیامت کے دن بھی ہانک کر جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے جو بد ترین بچھونا ہے سیرت ابن اسحٰق میں ہے کہ جب بدر کی جنگ سے حضورؐ مظفر و منصور واپس ہوئے تو بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا اے یہودیو اس دن سے پہلے اسلام قبول کرو کہ تمہیں بھی وہ ذلت و پستی پہنچے جو قریش کو پہنچی تو اس سرکش جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں کو جو فنون جنگ سے ناآشنا تھے آپ نے ہرا لیا تو کیا دماغ میں کچھ غرور سما گیا؟ اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہم تبلا دیں گے کہ جنگجو ایسے ہوتے ہیں آپ کو ابتک ہم سے واسطہ نہیں پڑا اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ فتح بدر نے ظاہر کر دیا ہے کہ خدا اپنے سچے اچھے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین والوں کو عزت حرمت عطا فرمانے والا ہے وہ اپنے رسولؐ کا اور آپ کی اطاعت گذار امت کا خود مددگار ہے، وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنیوالا ہے۔

اسلام کا کفر سے پہلا معرکہ کفر کی شکست اور اسلام کی فتح

دو جماعتیں لڑائی میں گتھ گئی تھیں ایک تو صحابۂ کرام رضی کی دوسری مشرکین قریش کی، یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے اس دن مشرکین پر ایسا رعب غالب آیا اور خدا نے اپنوں کی اس طرح کی مدد کی کہ باوجودیکہ مسلمان گنتی میں مشرکین سے کہیں کم تھے لیکن مشرکوں کو اپنے سے دوگنے نظر آتے تھے مشرکوں نے لڑائی چھیڑنے سے پہلے جاسوسی کیلئے عُمیر بن سعد کو بھیجا تھا جس نے آکر اطلاع دی تھی کہ تین سو ہیں کچھ کم یا زائد ہوں۔ اور واقعہ بھی یہی تھا کہ صرف تین سو دس اور کچھ تھے لیکن لڑائی کے شروع ہوتے ہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص اور چیدہ فرشتے ایک ہزار بھیجے ایک معنی تو یہ ہیں، دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کافر ہم سے دوچند ہیں پھر بھی خدائے عزوجل نے انہی کو مدد دی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدری صحابہ تین سو تیرہ تھے اور مشرکین چھ سو سولہ تھے لیکن تاریخ میں مشرکین کی تعداد نو سو سے ایکہزار بیان کی گئی ہے تو شاید حضرت عبداللہؓ کا الفاظ قرآن سے یہ استدلال ہوگا، بنو الحجاج قبیلہ کا جو سیاہ فام غلام پکڑا ہوا آیا تھا اس سے جب حضورؐ نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کتنی ہے اس نے کہا بہت ہیں۔ آپ نے پھر پوچھا اچھا روز کے کتنے اونٹ کٹتے ہیں اس نے کہا ایک دن نو دوسرے دن دس۔ آپ نے فرمایا بس تو انکی گنتی نو سو اور ایکہزار کے درمیان ہے پس مشرکین مسلمانوں سے تین گنے تھے واللہ اعلم لیکن یہ یاد رہے کہ عرب کہدیا کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار تو ہیں لیکن مجھے ضرورت ایسے ہی دوچند کی ہے اور مراد انکی تین ہزار کی ہوتی ہے اس توجیہ کے بعد کوئی اشکال باقی نہ رہا لیکن ایک سوال اور ہے وہ یہ کہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا "یعنی جب آمنے سامنے آگئے تو خدا نے انہیں تمہاری نگاہوں میں کم کر کے دکھایا اور تمہیں انکی نگاہوں میں کم کر کے دکھایا تاکہ جو کام فیصلہ خدا کر چکا تھا وہ ہو جائے پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تعداد سے بھی کم بیچے اور مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بلکہ دوگنے۔ ... میں تطبیق کیا ہوگی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں معاملے علیحدہ علیحدہ وقت پر پیش آئے، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ... دن ہمیں مشرکین کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوئے ہم نے غور سے دیکھا پھر بھی یہی معلوم ہوا کہ ہم سے زیادہ گنتی انکی نہیں دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی تو ... معلوم ہوتی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہونگے "اس نے کہا نہیں نہیں سو ہونگے جب انہیں سے ایک شخص کو ہم نے پکڑا ...

اس سے مشرکین کی گنتی پوچھی اُسنے کہا ایکہزار ہیں اب جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھکر کھڑے ہوگئے تو مسلمانوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مشرکین ہمسے دوگنے ہیں یا سلئے کہ انہیں اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے اور یہ خدا پر بھروسہ کریں اور انکی تمام تر توجہ خدا کی جانب ہو اور اپنے رب عزوجل سے اعانت اور امداد کی دعائیں کرنے لگیں ٹھیک اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تاکہ انکے دلونمیں رعب اور خوف بیٹھ جائے اور گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ جائے، پھر جب دونوں بھڑ گئے اور لڑائی ہونے لگی تو ہر فریق دوسرے کو اپنی نسبت کم نظر آنے لگا تاکہ ہر ایک دل کھول کر حوصلے نکال لے اور خدائے تعالیٰ حق و باطل کا صاف فیصلہ کردے ایمان کفر پر غالب آجائے، مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت ہو جیسے اور جگہ ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یعنی البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم اسوقت کمزور تھے۔ اسی لئے یہاں بھی فرمایا اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی بنائے پھر فرماتا ہے اسمیں عبرت و نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو آنکھوں والا ہو جسکا دماغ صحیح و سالم ہو وہ خدا کے احکام کی بجاآوری میں لگ جائیگا اور سمجھ لے گا کہ خدا اپنے پسندیدہ بندوں کی اس جہاں میں بھی مدد کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی ان کا بچاؤ کرے گا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نمبر

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

(یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے زیادہ مرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں (دنیوی) زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان چیزوں سے (سو سنو) ایسے لوگوں کیلئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

پائیں میں نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور (ان کے لئے) ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور

دنیا اور یہاں کی تمام لذتیں فانی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کی زندگی کو طرح طرح کی لذتوں سے زینت دیگئی ہے ان سب چیزوں میں سب سے پہلے عورتوں کو بیان فرمایا اسلئے کہ انکا فتنہ بڑا زبردست ہے۔ صحیح حدیث میں ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ خوفناک اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہاں جب کسی شخص کی نیت نکاح کرکے زنا سے بچنے کی اور اولاد کی کثرت کی ہو تو بیشک یہ نیک کام ہے اسکی رغبت شریعت نے دلائی ہے اور اسکا حکم بھی دیا ہے اور بہت سی حدیثیں نکاح کرنے بلکہ بکثرت[1] نکاح کرنیکی فضیلت میں آئی ہیں اور اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ بیویوں والا ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا ایک فائدہ ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک بیوی ہے کہ خاوند اگر اسکی طرف دیکھے تو یہ اسے خوش کردے اور حکم دے تو بجالائے اور اگر کہیں چلا جائے تو اپنے نفس کی اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے دوسری حدیث میں ہے مجھے عورتیں اور خوشبو بہت پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب عورتیں تھیں ہاں گھوڑے ان سے بھی زیادہ پسند تھے ایک اور روایت میں ہے گھوڑوں سے زیادہ آپکی محبوب چیز کوئی اور نہ تھی ہاں صرف عورتیں[2] پس عورتوں کی محبت بھلی بھی ہے اور بری بھی[3]، اسیطرح لڑکوں کی کہ اگر انکی کثرت اسلئے چاہتا ہے کہ فخر و غرور کرے تو وہ بری چیز ہے اور اگر اسلئے انکی زیادتی چاہتا ہے کہ نسل بڑھے اور موحد مسلمانوں کی گنتی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادہ ہو تو بیشک یہ بھلائی کی چیز ہے حدیث شریف میں ہے محبت رکھنے والیوں اور زیادہ اولاد ہونے والی عورتوں سے نکاح کرو قیامت کے دن میں تمہاری زیادتی سے اور امتوں پر فخر کرنیوالا ہوں۔ ٹھیک اسیطرح مال بھی ہے کہ اگر اسکی محبت نادار لوگوں کو حقیر سمجھنے کیلئے اور مسکینوں غریبوں پر فخر کرنیکے لئے ہے تو بیحد بری چیز [illegible] اور رشتہ داروں اور عزیزوں سے سلوک کرنے نیکیاں کرنے بھلی راہوں میں خرچ کرنیکے لئے ہے تو ہر طرح شرعاً اچھی اور بہت اچھی چیز ہے۔ قنطار کی مقدار میں

[1] بکثرت [illegible] نکاح ہیں جنکی اجازت شریعت سے ایک عام مسلمان کو ہے ابن کثیر کا یہ مطلب نہیں کہ چار سے زیادہ بھی کرسکتا ہے۔ [2] تقاضائے شہوت کا جائز اور صحیح راستہ کیونکہ صرف عورت ہے اسلئے آپ [illegible] علیہ وسلم کو اپنی منکوحہ عورتوں (امہات المومنین) سے ایک گونہ تعلق تھا تو یہ تعلق بھی اپنی پیغمبرانہ عفت و عصمت کی حفاظت کیلئے ایک کوشش تھی یہ تعلق کسی [illegible] نہ اسمیں لذت کوشی مقصود تھی اسلام نے شادی کا سب سے پہلا مقصد عفت قرار دیا ہے اور نکاح محض برائے لذت اسکی نظر میں جرم ہے۔ [3] اگر جائز حد [illegible] تو بھلی اور اگر حدود شرعیہ سے یہ تعلق بڑھ جائے تو یہی اچھی چیز بری ہوگی۔ (انظر شاہ کشمیری)

مفسرین کا اختلاف ہے۔ ماحصل یہ ہے کہ بہت زیادہ مال کو قنطار کہتے ہیں جیسے حضرت ضحاک کا قول ہے اور اقوال بھی ملاحظہ ہوں ایکہزار دینار بارہ ہزار دینار بارہ ہزار، چالیس ہزار، ساٹھ ہزار، ستر ہزار، اسی ہزار وغیرہ وغیرہ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہے اور ہر اوقیہ بہتر ہے زمین و آسمان سے (غالباً یہاں مقدار ثواب کی بیان ہوئی ہے جو ایک قنطار ملیگا واللہ اعلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی ہی ایک موقوف روایت بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اسیطرح ابن جریر میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے اور ابن ابی حاتم میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہیں۔ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں بھی بارہ سو اوقیہ آئے ہیں لیکن وہ حدیث بھی منکر ہے ممکن ہے کہ وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو جیسے اور صحابہ کا بھی یہی فرمان ہے ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص سو آیتیں پڑھ لے غافلوں میں نہیں لکھا جائیگا اور جس نے سو سے ہزار تک پڑھ لیں اسے خدا کیطرف سے ایک قنطار اجر ملیگا اور قنطار بڑے پہاڑ کے برابر ہے مستدرک حاکم میں ہے اس آیت کے اس لفظ کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، دو ہزار اوقیہ، امام حاکم اسے صحیح اور شرط شیخین پر بتلاتے ہیں اگرچہ بخاری مسلم نے اس حدیث کو ذکر نہیں کیا طبرانی وغیرہ میں ہے ایک ہزار دینار حضرت حسن بصریؒ سے موقوفاً یا مرسلاً روایت ہے کہ بارہ سو دینار حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی روایت ہے ضحاکؒ فرماتے ہیں بعض عرب قنطار کو بارہ سو کا بتاتے ہیں بعض بارہ ہزار کا، حضرت ابو سعید خدریؒ فرماتے ہیں بیل کی کھال کے بھر جانے کے برابر سونے کو قنطار کہتے ہیں یہ مرفوعاً بھی روایت ہے لیکن زیادہ صحیح موقوفاً ہے گھوڑوں کی محبت کے بھی تین اسباب ہیں ایک تو وہ لوگ جو گھوڑوں کو پالتے ہیں خدا کی راہ میں ان پر سوار ہو کر جہاد کرینگے لہٰ، انکے لئے تو یہ گھوڑے اجر و ثواب کا سبب ہیں دوسرے وہ جو فخر و غرور کے طور پر پالتے ہیں یہ ان کے ذمے وبال ہے تیسرے وہ جو سوال سے بچنے اور اسکی نسل کی حفاظت کیلئے پالتے ہیں اور خدا کا حق نہیں بھولتے اسمیں نہ اجر ہے اور نہ عذاب ہے اسی مضمون کی حدیث آیت وَأَعِدُّوا لَهُمْ الخ کی تفسیر میں آئے گی۔ انشاء اللہ مُسَوَّمَة کے معنی چرنے والا اور پنج کلیان وغیرہ کے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر عربی گھوڑا فجر کیوقت خدا کی اجازت سے دو دعائیں کرتا ہے کہتا ہے کہ خدایا جس کے قبضہ میں تونے مجھے دیا ہے تو اسکے دل میں اسکی اہل و مال سے زیادہ محبت میری دے اَنْعَامُ سے مراد اونٹ بکریاں گائیں ہیں حَرْث سے مراد وہ زمین ہے جو کھیتی بونے یا باغ لگانے کیلئے تیار کیجائے مسند احمد کی حدیث میں ہے انسان کا بہتر مال زیادہ نسل والا گھوڑا ہے اور زیادہ پھلدار درخت کھجور ہے، پھر فرمایا کہ یہ سب دنیاوی فائدہ کی چیزیں ہیں اور یہیں کی زینت فریفتگی کی چیزیں ہیں جو فانی اور زوال پانے والی ہیں اچھی لوٹنے کی جگہ اور بہترین ثواب کا مقام خدا کے پاس ہے مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا خدایا جبکہ تونے اسے زینت دیدی تو اب؟ اس پر اسکے بعد والی آیت اتری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہدیجئے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتلاتا ہوں یہ تو ایک نہ ایک روز زائل ہونیوالی ہیں اور میں جنکی طرف تمہیں بُلا رہا ہوں وہ دیرپا ہی نہیں بلکہ ہمیشگی والی ہیں، سنو خدا سے ڈرنیوالوں کیلئے جنت ہے جسکے کنارے کنارے اور جسکے درختوں کے درمیان قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، کہیں شہد کی کہیں دودھ کی کہیں پاک شراب کی کہیں نفیس پانی کی اور وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں نہ کسی دل میں خیال بھی گذرا ہو۔ ان جنتوں میں یہ متقی لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ یہ نکالے جائینگے نہ انہیں دی ہوئی نعمتیں گھٹیں گی نہ فنا ہونگے پھر وہاں بیویاں ملینگی جو میل کچیل سے خباثت اور برائی سے حیض اور نفاس سے گندگی اور پلیدی سے پاک صاف ہیں ہر طرح ستھری اور پاکیزہ ہیں ان سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کی رضامندی انہیں حاصل ہو جائیگی اور ایسی کہ اسکے بعد ناراضگی کا کھٹکا ہی نہیں اسی لئے سورۂ برأت کی آیت میں فرمایا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ خدا کی تھوڑی سی رضامندی کا حاصل ہو جانا بھی سب سے بڑی چیز ہے، یعنی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت رضائے رب اور مرضئ مولا ہے۔ تمام بندے خدا کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ مہربانی کا مستحق کون ہے،

لہٰ ہر مسلمان کے لئے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہر وقت تیار رہنا ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے گاہے گاہے کفر سے نبرد آزما ہونا ہوگا اور جنگ ... آپ کو وہ ... زمانہ میں گھوڑوں کا وجود سب سے زیادہ ضروری تھا، اس لئے ہر اس شخص سے آخرت میں ... ہوگا جس نے جہاد کی نیت سے گھوڑا اپنے یہاں رکھا ہے ... ہتھیار کیونکہ قطعاً بدل گئے اب غالباً گھوڑے کا رکھنا اس قدر ضروری نہ ہو لیکن یہ راقم الحروف کی اپنی رائے ہے کسی مستند اہل علم سے ... کر لیا جائے۔

(انظر شاہ کشمیری ابن حضرت العلامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ)

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِیْنَ

اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے بھالتے ہیں بندوں کو (یہ) ایسے لوگ (ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے اور وہ لوگ صبر کرنیوالے ہیں

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

اور راست باز ہیں اور (اللہ کے سامنے) فروتنی کرنیوالے ہیں اور (مال) خرچ کرنیوالے ہیں۔ اور اخیر شب میں (اٹھ اٹھ کر) گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔

صفات نیکو کاراں

اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اے پروردگار ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول پر ایمان لائے ہمارے اس ایمان کے باعث جو تیری ذات پر اور تیری شریعت پر ہے تو ہماری تقصیروں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے یہ متقی لوگ اطاعت خدا بجا لاتے ہیں اور حرام چیزوں سے الگ رہتے ہیں صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے میں بھی سچے ہیں کل اعمال خیر بجا لاتے ہیں خواہ وہ نفس پر بھاری پڑیں، اطاعت اور خشوع خضوع والے ہیں، اپنے مال خدا کی ہر راہ میں جہاں جہاں حکم ہے خرچ کرتے ہیں صلہ رحمی میں رشتہ داری کو باقی رکھنے میں برائیوں کے روکنے میں ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں حاجتمندوں مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں اور سحری کیوقت پچھلی رات کو اٹھ اٹھ کر استغفار کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اسوقت استغفار بہت افضل ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے جو فرمایا تھا کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ میں ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کرونگا، اس سے مراد بھی سحری کا وقت ہے اپنی اولاد سے فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت میں تمہارے لئے استغفار کرونگا۔ صحیحین وغیرہ کی حدیث میں جو بہت سے صحابیوں سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آخری تہائی رات باقی رہتے ہوئے آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی سائل ہے جسے میں دوں؟ کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی استغفار کرنیوالا ہے کہ میں اسے بخشوں۔ حافظ ابو الحسن دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اسمیں حدیث کی تمام سندوں کو اور اس کے کل الفاظ کو نقل کیا ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول رات اور درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھا ہے سب سے آخر وقت حضورؐ کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو تہجد پڑھتے رہتے اور اپنے غلام حضرت نافعؒ سے پوچھتے کیا سحر ہو گئی جب وہ کہتے ہاں تو پھر آپ صبح صادق کے نکلنے تک دعا و استغفار میں مشغول رہتے، حضرت حاطبؒ فرماتے ہیں سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہا ہے خدایا تو نے مجھے حکم کیا میں بجا لایا یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخشدے، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود تھے رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں اور خدا سے بخشش کی دعا کریں ۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ

گواہی دی ہے اللہ نے اسکی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے

اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ قف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ

ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں بلا شبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (کہ اسلام کو باطل کہا)

اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۭ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ

تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کے سبب سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کریگا تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا

لہ [illegible] ... خداوندی اپنے بندوں کیطرف خاص طور پر متوجہ ہوتی ہو بظاہر جسکی وجہ یہ ہے کہ وقت سونے اور آرام کرنیکا ہے لیکن اللہ کے مقبول بندے اپنا آرام و راحت چھوڑ کر خدا [illegible] کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں پھر اس عزیمت پر خدا تعالیٰ کی رحمت کیوں متوجہ نہ ہو۔

۵۳ یعنی [illegible] دنیا پر رحمتوں کا خاص اثر ہوتا ہے ورنہ وہ ہر جگہ موجود ہیں، کہیں سے آنا اور کسی جگہ کو چھوڑنا جسم کے خواص ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم [illegible]

(انظر شاہ کشمیری)

الْحِسَابِ ○ فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ

حساب لینے والے ہیں. پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ (تم مانو یا نہ مانو) میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیرو تھے وہ بھی اور

قُلْ لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ؕ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ

کہئے اہل کتاب سے اور مشرکین عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ سو اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو وہ لوگ بھی

اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللَّهُ بَصِيرٌۢ بِالْعِبَادِ ○

راہ پر آجاوینگے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں تو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ (اور سمجھ) لیں گے بندوں کو۔

اسلام کے مقبول عنداللہ ہونے پر خود خدائے اقدس کی شہادت

اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہے بس اسکی شہادت کافی ہے وہ سب سے زیادہ سچا شاہد ہے سب سے زیادہ سچی بات اسی کی ہے وہ فرماتا ہے کہ تمام مخلوق اس کی غلام ہے اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کی طرف محتاج ہے وہ سب سے بے نیاز ہے، الوہیت میں اللہ ہونے میں وہ یکتا اور لاشریک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں. جیسے فرمان ہے لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنْزَلَ إِلَيْكَ الخ یعنی لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جو وہ تیری طرف اپنے علم سے اتار رہا ہے گواہی دے رہا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہوتی ہے پھر اپنی شہادت کے ساتھ فرشتوں کی اور علماء کی شہادت کو ملا رہا ہے یہاں سے علماء کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے بلکہ ایک ایسی خصوصیت جسمیں کوئی انکا شریک نہیں قَآئِمًا کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے وہ خدا ہر وقت اور ہر حال میں ایسا ہی ہے پھر تاکیداً دوبارہ ارشاد ہوتا ہے کہ معبود حقیقی صرف وہی ہے وہ غالب ہے عظمت اور کبریائی والی اس کی بارگاہ ہے وہ اپنے اقوال افعال شریعت قدرت اور تقدیر میں حکمتوں والا ہے مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اس آیت کی تلاوت کی اور الْحَكِيمُ تک پڑھ کر فرمایا وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِينَ يَا رَبِّ ابن ابی حاتم میں ہے آپ نے یوں فرمایا وَأَنَا أَشْهَدُ أَيْ رَبِّ. طبرانی میں ہے

حدیث کا شوق قرن اول کی بعض عبرت خیز شہادتیں

حضرت غالب قطان فرماتے ہیں میں کوفے میں تجارتی غرض سے گیا اور حضرت اعمش کے قریب ٹھیرا رات کو حضرت اعمش تہجد کے لئے کھڑے ہوئے پڑھتے پڑھتے جب اس آیت تک پہنچے اور إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ پڑھا تو فرمایا وَأَنَا أَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ وَأَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَدِيعَةٌ یعنی میں بھی شہادت دیتا ہوں اس کی جس کی شہادت خدا نے دی اور میں اس شہادت کو خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ میری امانت خدا کے پاس ہے پھر کئی دفعہ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ پڑھا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہوگی صبح ہی صبح میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ابو محمد کیا بات تھی جو آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے کہا کیا اس کی افضیلت تمہیں معلوم نہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو مہینہ بھر سے آپ کی خدمت میں ہوں لیکن آپ نے حدیث بیان ہی نہیں کی، کہنے لگے خدا کی قسم میں تو سال بھر تک بیان نہ کروں گا اب میں اس حدیث کے سننے کی خاطر سال بھر تک ٹھیرا رہا اور انکو دروازے پر پڑا رہا جب سال کامل گذر چکا تو میں نے کہا اے ابو محمد سال گذر چکا سن مجھ سے ابو وائل نے حدیث بیان کی اس نے عبداللہ رضی سے سنا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن لایا جائیگا اور اللہ عزوجل فرمائے گا میرے اس بندے نے میرا عہد لیا ہے اور میں عہد کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ ہوں میرے اس بندے کو جنت میں لے جاؤ، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ صرف اسلام ہی کو قبول فرماتا ہے۔

اب ہدایت کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ صرف اسلام ہے

اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی تابعداری ہے آخر اور سب رسولوں کو ختم کرنے والے ہمارے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپکی نبوت کے بعد سب راستے بند ہو گئے اب جو شخص آپ کی شریعت کے سوا کسی چیز پر عمل کرے خدا کے نزدیک [illegible] جیسے اور جگہ ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ○ جو شخص اسلام کے سوا اور دین کی تلاش کرے وہ اس سے [illegible] کیا جائیگا۔

اسیطرح اس آیت میں دین کا انحصار صرف اسلام میں کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت میں شَھِدَ اللّٰهُ اِنَّهٗ ہے اور اَنَّ الاسلام ہے، تو معنے یہ ہوں گے کہ خود خدا کی گواہی ہے اور اس کے فرشتوں کی اور ذی علم انسانوں کی کہ خدا کے نزدیک مقبول ہونے والا دین صرف اسلام ہی ہے جمہور کی قرأت میں اِنَّ زیر کے ساتھ ہے اور معنے کے لحاظ سے دونوں ہی ٹھیک ہیں لیکن جمہور کی تحقیق زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگلی کتاب والوں نے اپنے پاک خدا کے پیغمبروں کے آجانے اور خدائی کتابیں اتر نے کے بعد اختلاف کیا، اور اسکی وجہ صرف آپس کا بغض و عناد تھا کہ یہ جو کہتا ہے میں اس کے خلاف کہوں گو وہ حق ہی کہتا ہو، پھر ارشاد ہے کہ جب خدا کی آیتیں اتر چکیں اب جو ان کا انکار کرے انہیں نہ مانے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اسکی اس تکذیب کا بہت جلد حساب لیگا اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وجہ سے اسے سخت عذاب کریگا اور اُسے اس کی اس شرارت کا لطف چکھا دیگا۔ پھر فرمایا اگر یہ لوگ تجھ سے توحید باری میں جھگڑیں تو تو کہدے کہ میں تو خالص اللہ ہی کی عبادت کروں گا جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ جس جیسا کوئی ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ بیوی اور بھی میرے امتی ہیں میرے دین پر ہیں ان سب کا قول بھی یہی ہے جیسے اور جگہ فرمایا قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ الخ میری راہ یہی ہے میں خوب سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر تمہیں خدا کی طرف بلا رہا ہوں میں بھی اور میرے تابعدار بھی، پھر حکم دیتا ہے کہ اے نبی یہود و نصاریٰ سے جن کے ہاتھوں میں کتاب اللہ ہے اور مشرکین سے جو بے پڑھے ہیں کہدو کہ تم سب کی ہدایت اسلام میں ہی ہے اور اگر یہ نہ مانیں تو کوئی بات نہیں آپ اپنا فرض تبلیغ ادا کر چکے خدا خود ان سے سمجھ لیگا ان سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے وہ جسے چاہے راہ راست دکھائے جسے چاہے گمراہ کر دے اپنی حکمت کو وہی خوب جانتا ہے اس کی حجت تو پوری ہو کر رہتی ہے اس کی اپنے بندوں پر نظر ہے اُسے خوب معلوم ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے اور کون مستحق ضلالت ہے، اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔

آپ کی رسالت عام پر بعض شہادتیں

یہ اور ان جیسی آیتوں میں صاف صراحت ہے اس امر پر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف خدا کے نبی بن کر آئے ہیں اور خود آپ کے دین کے احکام اس پر دلالت کرتے ہیں اور کتاب و سنت میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں اس مضمون کی ہیں قرآن پاک میں ایک جگہ ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا لوگو میں تم سب کیطرف اللہ کا رسول ہوں (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)۔ اور آیت میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام دنیا والوں کیلئے تنبیہ کرنیوالا بن جائے۔ صحیحین وغیرہ میں کئی کئی واقعات سے تواتر کیساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر اُدھر کے تمام بادشاہوں کو اور دوسرے لوگوں کو خطوط بھجوائے جن میں انہیں خدا کیطرف آنیکی دعوت دی خواہ وہ عرب تھے یا عجم ہوں اہل کتاب ہوں اور مذہب والے ہوں اور اس طرح آپ نے فرض تبلیغ کو تمام و کمال تک پہنچا دیا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مسند عبدالرزاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کسی کے کان میں میری نبوت کی آواز پہنچے اور وہ میری لائی ہوئی چیز پر ایمان نہ لائے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی اور اسی کفر کی حالت میں مرجائے تو قطعاً جہنمی ہوگا مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور آنحضرت کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میں ہر ایک سرخ و سیاہ کیطرف خدا کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور ایک حدیث میں ہے کہ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اور میں تمام انسانوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روا[illegible] ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وضو کا پانی رکھا کرتا تھا اور جوتیاں لاکر رکھ دیتا تھا وہ بیمار پڑ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ [illegible] کیلئے تشریف لائے اسوقت اسکا باپ بھی اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا اے فلاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ اس نے اس [illegible] کیطرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کر خود بھی چپکا ہو گیا حضور نے دوبارہ یہی فرمایا اس نے پھر اپنے باپ کیطرف دیکھا باپ نے [illegible] کی مان لے (صلی اللہ علیہ وسلم)، بس بچے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہ فرما[illegible] کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا یہی صحیح بخاری میں حضرت امام بخاری لائے ہیں انکے سوا اور بھی بہت سی صحیح حدیثیں اور قرآن کریم کی آیتیں ہیں

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں وہ ایسے

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۱) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

شخصوں کو جو (افعال و اخلاق کے) اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک سزائے دردناک کی۔ (اور) یہ وہ لوگ ہیں کہ

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ (۲)

ان کے سب اعمال (صالحہ) غارت ہوگئے دنیا میں اور آخرت میں اور (سزا کے وقت) ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا۔

امر بالمعروف کرنے والوں کو تکلیف دینے والے مجرم

یہاں اہل کتاب کی مذمت بیان ہو رہی ہے جو گناہ اور حرام کام کرتے رہتے تھے۔ خدا کی اگلی پچھلی باتوں کو جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ پہنچائیں جھٹلاتے رہتے تھے اتنا ہی نہیں بلکہ پیغمبروں کو مار ڈالا کرتے تھے بلکہ اس قدر سرکش تھے کہ جو لوگ انھیں عدل و انصاف کی سنائیں انھیں بے دریغ تہ تیغ کر دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ کبر و غرور یہی ہے کہ حق کو نہ ماننا اور حق والوں کو ذلیل جاننا۔ مسند ابو حاتم میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب کسے ہوگا۔ آپ نے فرمایا اسے جو کسی نبی کو مار ڈالے یا کسی ایسے شخص کو جو بھلائی کا بتانے والا اور برائی سے بچانے والا ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا اے ابو عبیدہ بنو اسرائیل نے تینتالیس[۴۳] نبیوں کو دن کے اول حصہ میں ایک ساعت میں قتل کیا پھر ایک سو ستر بنو اسرائیل کے ایماندار جو انھیں اس سے روکنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور انھیں بھلائی کا حکم دے رہے تھے اور برائی سے روک رہے تھے ان سب کو اسی دن کے آخری حصہ میں مار ڈالا اس آیت میں اللہ تعالیٰ انہی کا ذکر کر رہا ہے ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بنو اسرائیل نے تین سو[۱] نبیوں کو شروع دن میں قتل کیا اور شام کو سبزی پالا بیچنے بیٹھ گئے پس ان لوگوں کی اس سرکشی تکبر اور خود پسندی کی بنا پر خدا تعالیٰ نے انھیں دنیا میں پست و ذلیل کر دیا اور آخرت کے بھی رسوائی والے بدترین عذاب ان کے لئے تیار کئے اسی لئے فرمایا کہ انھیں دردناک اور اہانت والے عذابوں کی خبر پہنچا دو۔ ان کے اعمال دنیا میں بھی غارت اور آخرت میں بھی برباد اور ان کا کوئی مددگار اور سفارشی بھی نہ ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

(اے محمد) کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب (توراۃ) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا اور اسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی جاتا ہے کہ وہ انکے درمیان فیصلہ کر دے پھر

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ (۳) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا

(بھی) ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رخی کرتے ہوئے (اور) یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں تک دوزخ کی آگ

مَعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۴) فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

لگے گی اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں نے سو ان کا کیا (برا) حال ہوگا جبکہ ہم ان کو اس تاریخ میں

لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (۵)

جمع کر لیں گے جس کے (آنے) میں ذرا شبہ نہیں۔ اور (اس تاریخ میں) پورا پورا بدلہ مل جاوے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا

کتاب اللہ سے اعراض پر مواخذہ

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے اس دعوے میں بھی جھو[ٹے ہیں کہ ان کا توراۃ و] انجیل پر ایمان ہے کیونکہ ان کتابوں کی ہدایت کے مطابق جب انھیں اس [illegible] سے آپ کو وہ [illegible] سے عطیہ [illegible] کی اطاعت

[۱] بیک وقت بہت سے انبیاء کا ہونا نا ممکن نہیں ہے۔ جیسے ایک دور میں ہزاروں علما ایک ہی فن میں ممتاز پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح [illegible] میں سیکڑوں انبیاء بھی موجود ہو سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ بھاگتے دکھائی دیتے ہیں اس سے ان کی سرکشی تکبر اور عناد و مخالفت ظاہر ہو رہی ہے اس مخالفتِ حق اور اس بیجا سرکشی پر انھیں اس چیز نے دلیر کر دیا ہے کہ انھوں نے باوجود خدا کی کتاب میں نہ ہونے کے اپنی طرف سے افترا کر کے یہ بیان بنا لیا ہے کہ ہم تو صرف چند روز ہی آگ میں رہیں گے یعنی فقط سات روز دنیا کے حساب کے ہر ہزار سال کے پیچھے ایک دن۔ اس کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ اسی واہی اور بے سروپا خیال نے اس باطل دین پر انھیں جما دیا ہے حالانکہ یہ خود ان کا خیال ہے خدا نے نہ ایسی بات کہی نہ اس کی کوئی کتابی دلیل ان کے پاس ہے پھر خدائے تبارک و تعالیٰ انھیں ڈانٹتا اور دھمکاتا ہے اور فرماتا ہے ان کا قیامت والے دن کیا حال ہوگا؟ کہ انھوں نے خدا پر جھوٹ باندھا، رسولوں کو جھٹلایا انبیاء کو اور حق گو علماء کو قتل کیا ایک ایک بات کا خدا کو جواب دینا پڑے گا اور ایک ایک گناہ کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس دن کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں اُس دن ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر بھی کسی طرح کا ظلم روا نہ رکھا جائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ

(اے محمد) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہیئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے آپ ملک جس کو چاہیں دیدیتے ہیں اور جس سے چاہے ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کر دیتے ہیں اور

تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ

جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ آپ رات (کے اجزاء) کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور

تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ

(بعض فصلوں میں) دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ اور آپ جاندار چیز کو بیجان سے نکال لیتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) اور بیجان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں (جیسے پرند سے بیضہ)

مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۷﴾

بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں

خدائے قادر ہر چیز پر قادر ہے اس کے سوا کسی اور کو قدرت کسی بات کی بھی نہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کی تعظیم کے طور پر اور اس کا شکریہ بجا لانے کے لئے اور اُسے اپنے تمام کام سونپ دینے کے لئے اور اُس کی ذات پاک پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں اُس کی بڑائیاں بیان کیجئے جو اوپر بیان ہوئے۔ یعنی اے اللہ مالک الملک تو ہے تمام ملک تیری ملکیت میں ہے جسے تو چاہے دے اور جس سے چاہے دیا ہوا بھی لیلے' تو ہی دینے لینے والا ہے' تو جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت میں اس بات کی بھی تنبیہ اور اس نعمت کے شکر کا بھی حکم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو مرحمت فرمائی گئی کہ نبوت بنی اسرائیل سے ہٹا کر نبیِ عربی قریشی اُمّی مکی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیدی گئی اور آپ کو علی الاطلاق نبیوں کے ختم کرنے والے اور تمام انس و جن کی طرف رسول بنکر آنے والے بنا کر بھیجا۔ تمام اگلوں کی خوبیاں آپ میں جمع کر دیں اور وہ فضیلتیں آپ کو دی گئیں جن سے اور تمام انبیاء بھی محروم رہے خواہ وہ خدا کے علم کی بابت ہوں یا اس رب کی شریعت کے معاملہ میں ہوں یا ہو چکی اور آنے والی خبروں کے متعلق ہوں آپ پر خدائے تعالیٰ نے آخرت کے کل حقائق کھول دیئے آپ کی امت کو مشرق و مغرب تک پھیلا دیا آپ کے دین اور آپ کی شریعت کو تمام دینوں اور کل مذہبوں پر غالب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا درود و سلام آپ پر نازل ہو۔ ابسے لیکر قیامت تک جبتک رات دن کی گردش باقی ہے خدا آپ پر اپنی رحمتیں دوام کے ساتھ نازل فرمائے [illegible] پس فرمایا کہو خدایا تو ہی اپنی خلق میں انقلاب لاتا رہتا ہے جو چاہے کر گذرتا ہے۔ جو لوگ کہتے تھے کہ ان دو بستیوں میں سے کسی بہت بڑے شخص پر [illegible] نازل نہ کیا؟ اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ الخ کیا تیرے رب کی رحمت کے بانٹنے والے یہ ہیں۔ [illegible] رب کے مالک ہم ہیں جسے چاہیں کم دیں جسے چاہیں زیادہ دیں تو پھر ہم پر حکومت کرنے والے یہ کون؟ فلاں کو نبی کیوں نہ بنایا نبوت بھی ہمارے [illegible] جانتے ہیں کہ اس کے دیئے جانے کے قابل کون ہے جیسے اور جگہ ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ جہاں کہیں اللہ تعالیٰ اپنی [illegible] یہ [illegible] دیتا ہے اُسے وہی سب سے بہتر جانتا ہے۔ اور جگہ فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ان میں آپس

میں ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ تو ہی رات کی زیادتی کو دن کے نقصان میں بڑھا کر دن رات کو برابر کر دیتا ہے پھر ادھر کا حصہ اُدھر دے کر دونوں کو چھوٹا بڑا کر دیتا ہے پھر برابر کر دیتا ہے۔ زمین و آسمان پر، سورج چاند پر پورا پورا قبضہ اور تمام تر تصرف تیرا ہی ہے اسی طرح جاڑے کو گرمی سے اور گرمی کو جاڑے سے بدلنا بھی تیری قدرت میں ہے۔ بہار خزاں پر قادر تو ہی ہے۔ تو ہی ہے کہ زندہ سے مُردے کو اور مُردے سے زندہ کو نکالے کھیتی دانے سے اور دانہ کھیتی سے، درخت کھجور گٹھلی سے اور گٹھلی کھجور سے تو ہی پیدا کرتا ہے۔ مومن کو کافر کے ہاں اور کافر کو مومن کے ہاں تو ہی پیدا کرتا ہے۔ مرغی انڈے سے اور انڈا مرغی سے۔ وعلیٰ ہذا اسی طرح کی تمام تر چیزیں تیرے ہی قبضہ میں ہیں تو جسے چاہے اتنا مال دیدے جو نہ گنا جائے، نہ احاطہ کیا جائے اور جسے چاہے ضرورت کے مطابق روٹی بھی نہ دے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ کام حکمت سے پر ہیں اور تیرے ارادے اور مصلحتوں سے ہوتے ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے خدا کا اسم اعظم اس آیت قُلِ اللّٰھُمَّ میں ہے کہ جب اس نام سے اُس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرما لیتا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کو (ظاہراً یا باطناً) دوست نہ بنادیں۔ مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا (کام) کرے گا

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے کے کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

ترکِ موالات یہاں اللہ تعالیٰ ترک موالات کا حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کو زیبا نہیں کہ کفار سے میل ملاپ اور تعلق کریں انھیں آپس میں ایمانداروں سے میل ملاپ اور محبت رکھنی چاہئے پھر انھیں حکم سُناتا ہے کہ جو ایسا کرے گا اُس سے خدا بالکل بیزار ہو جائے گا۔ جیسے اور جگہ ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ الخ یعنی مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں سے دوستی نہ کرو الخ۔ اور جگہ ہے۔ فرمایا مومنو یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو ان میں سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے الخ۔ اور جگہ پروردگارِ عالم نے مہاجر انصار اور دوسرے مومنوں کے بھائی چارہ کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے محب و محبوب ہیں تم اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ پھیل جائے گا اور زبردست فساد برپا ہو پڑے گا۔ پھر اُن لوگوں کو رخصت دی جو کسی شہر میں کسی وقت ان کی بدی اور اُن کی بُرائی سے ڈر کر دفع الوقتی کے طور پر بظاہر کچھ میل ملاپ ظاہر کر دیں لیکن دل میں اُن کی طرف رغبت اور اُن سے حقیقی محبت نہ ہو۔ جیسے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بعض قوموں سے کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں اُن کا ساتھ ایسے وقت بھی ہرگز نہ دے یہی بات اور مفسرین سے بھی منقول ہے۔ اور اسی کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی کرتا ہے مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ۝ جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے سوائے اُس کے جن پر زبردستی کی جائے اور دل اُس کا ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ بخاری میں ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ پھر فرمایا خدا تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے یعنی اپنے دبدبے اور اپنے عذاب سے۔ اس شخص کو خبردار کئے دیتا ہے جو اُس کے فرمان کی مخالفت کر کے اس کے دشمنوں سے تعلق رکھے۔ اور اس کے دوستوں سے دشمنی کرے۔ پھر فرمایا اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ہر عامل کو اُس کے عمل کا بدلہ وہیں ملے گا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے بنی ازد میں خدا کے رسولؐ کا قاصد ہو کر تمھاری طرف آیا ہوں۔ جان لو کہ خدا ہی کی طرف پھر کر سب کو جانا ہے پھر یا تو جنت ٹھکانا ہو گا یا جہنم۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے اپنا فی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو (ہر حال میں) جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے ہیں جو کچھ کہ [illegible] آپ کو [illegible] کچھ زمین میں ہے

ع باہمی تعلقات، میل ملاپ اور پھر آپس میں نشست و برخاست اپنے اثرات ایک دوسرے پر اس طرح ڈالتے ہیں کہ محسوس بھی نہیں ہوتا ادھر مسلمان طبعاً سادہ [illegible] عطیہ [illegible] ان کے مخالف فطرتاً عیار و مکار۔ اس لئے عام مسلمانوں کو معاند مشرکین و کفار کے تعلقات سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن اسلام میں مکارم اخلاق اور حُسن خلق ایک بڑا [illegible] لئے اس کا بھی حکم ہے کہ بظاہر ان سے کوئی اخلاق سے گرا ہوا معاملہ نہ ہو ہاں ان کے دین و مذہب سے بیزاری لازم ایمان ہے یہی مطلب ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ [illegible] انظر شاہ

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں۔ جس روز (ایسا ہوگا کہ) ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا اور اپنے بُرے کئے ہوئے

(۲۱۰) سُوْءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

کاموں کو (بھی اور) اس بات کی تمنا کریگا کہ کیا خوب ہوتا جو اُس شخص کے اور اس روز کے درمیان میں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر

خدا تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر کی ہوئی باتوں کو بخوبی جانتا ہے کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں اس کا علم سب چیزوں کو ہر وقت اور ہر لحظہ گھیرے ہوئے ہے زمین کے گوشوں میں پہاڑوں میں سمندروں میں آسمانوں میں ہواؤں میں سوراخوں میں۔ غرض جو کچھ جہاں کہیں ہے سب اُس کے علم میں ہے پھر ان سب پر اُس کی قدرت ہے جس طرح چاہے رکھے جو چاہے جزا سزا دے بس اتنے بڑے وسیع علم والے اتنی بڑی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ڈرتے ہوئے رہنا چاہیے اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہنا چاہیے اور اس کی نافرمانیوں سے علیحدہ رہنا چاہیے وہ عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے۔ ممکن ہے کسی کو ڈھیل دیدے لیکن جب پکڑے گا تب دبوچ لے گا۔ پھر نہ مہلت ملے گی نہ رخصت۔ ایک دن آنے والا ہے جس دن تمام عمر کے بُرے بھلے سب کام سامنے رکھ دئیے جائیں گے نیکیوں کو دیکھ کر خوشی ہوگی اور بُرائیوں پر نظریں ڈال کر دانت پیسے گا اور حسرت وافسوس کرے گا اور چاہے گا کہ میں اُن سے کوسوں دور رہوتا اور پرے ہی پرے رہتا۔ قرآن نے اور جگہ فرمایا ہے يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ○ سب اگلی پچھلی کی کرائی باتیں اس دن پیش کردی جائیں گی۔ شیطان جو اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں رہتا تھا اور اسے بُرائیوں پر اُکساتا تھا۔ اُس سے بھی اُس دن بیزاری کرے گا اور کہے گا يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ○ کیا اچھا ہوتا کہ اے شیطان میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا وہ تو بڑا بُرا ساتھی ہے۔ خدا تمہیں اپنے سے یعنی اپنے عذاب سے ڈرا دھمکا رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے نیک بندوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ وہ اس کے لطف وکرم سے کبھی ناامید نہ ہوں وہ نہایت ہی مہربان بہت ہی رحم اور پیار رکھنے والا ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بھی اس کی سراسر مہربانی اور لطف ومحبت ہے کہ اس نے اپنے سے ہی اپنے بندوں کو ڈرایا یہ بھی مطلب ہے کہ خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے بندوں کو بھی چاہیے کہ صراط مستقیم سے قدم نہ ہٹائیں دین پاک کو نہ چھوڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑیں۔

(۱) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دینگے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑی عنایت فرمانے والے ہیں

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢﴾

(اور) آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ اعراض کریں سو (سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے

اتباعِ نبی خدا تعالیٰ کی رحمتوں کا پیش خیمہ ہے

اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ جو شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے اور اُس کے اعمال، افعال، عقائد مطابق فرمانِ نبوی نہ ہوں طریقۂ محمدیہ پر وہ کاربند نہ ہو تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ [illegible] ئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو تو میری سنتوں پر عمل کرو اُس وقت تمہاری تمنا سے [illegible] دے گا یعنی وہ خود تمہارا چاہنے والا بن جائے گا جیسے کہ بعض حکیم علماء نے کہا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ خدا تجھے چا[illegible]ئے۔ غرض خدا کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مدنظر ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین [illegible] محبت اور اسی کے لئے دشمنی کا نام ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ لیکن یہ حدیث سنداً منکر ہے پھر فرماتا ہے کہ

سُنتِ نبوی پر چلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام تر گناہوں کو بھی معاف فرما دے گا۔ پھر ہر عام و خاص کو حکم ملتا ہے کہ سب خدا اور رسول کی مانتے رہیں جو اس سے لوٹ جائیں یعنی خدا اور رسول کی اطاعت سے ہٹ جائیں تو وہ کافر ہیں اور خدا اُن سے محبت نہیں رکھتا اس سے صاف واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت کفر ہے ایسے لوگ خدا کے دوست نہیں ہو سکتے گو اُن کا دعویٰ ہو لیکن جب تک خدا کے سچے نبی اُمی خاتم الرسل رسولِ جن و بشر کی تابعداری پیروی اور اتباع سنت نہ کریں وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں کہ اگر آج انبیاء اور رسول بلکہ بہترین اور اولوالعزم پیغمبر بھی زندہ ہوتے تو اُنھیں بھی آپ کی مانے بغیر اور آپ کی شریعت پر کاربند ہوئے بغیر چارہ ہی نہیں نہ تھا اس کا بیان بسط اور تفصیل کے ساتھ آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ کی تفسیر میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ نے (نبوت کیلئے) منتخب فرمایا ہے (حضرت) آدم کو اور (حضرت) نوح کو اور (حضرت) ابراہیم کی اولاد (میں سے بعضوں) کو اور عمران کی اولاد میں سے بعضوں کو تمام جہان

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سُننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بزرگ حضرات کو تمام جہان پر برگزیدگی عنایت فرمائی حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اپنی روح اُن میں پھونکی[a] ہر چیز کے نام انھیں بتلائے جنت میں اُنھیں بسایا پھر اپنی حکومت کے اظہار کے لئے زمین پر اُتار دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جبکہ زمین پر بت پرستی قائم ہو گئی تو سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا پھر جب اُن کی قوم نے سرکشی کی پیغمبر کی ہدایت پر عمل نہ کیا حضرت نوح علیہ السلام نے دن رات پوشیدہ اور ظاہر خدا کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے کان نہ دھرے تو سوائے تابعدارانِ نوح کے باقی سب کو اپنا پانی کا عذاب یعنی مشہور طوفانِ نوح بھیجکر ڈبو دیا خاندان خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو خدا نے برگزیدگی عنایت فرمائی اسی خاندان میں سے سید البشر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عمران کے خاندان کو بھی اس نے منتخب کر لیا۔ عمران نام ہے حضرت مریم کے والد صاحب کا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان کا نسب نامہ بقول محمد بن اسحاق یہ ہے عمران بن ہاشم بن میشا بن خرقیا ابن ابراہیم بن عزایا بن نادش بن اجر بن یہو ابن نازم بن مقاسط بن اسیث بن ایاز بن رحیعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ پس عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اس کا مفصل بیان سورۂ انعام کی تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ

جبکہ عمران (پدر مریم) کی بی بی نے (حالت حمل میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کیلئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاویگا سو آپ مجھ سے (بعد ولادت) قبول کر لیجئے۔ بیشک

اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ

آپ خوب سُننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ پھر جب لڑکی جنی (حسرت سے) کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس کو جو انھوں نے جنی۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۶﴾

اور وہ لڑکا (جو انھوں نے چاہا تھا) اس لڑکی کے برابر نہیں۔ اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اسکو اور اسکی اولاد کو (اگر کبھی اولاد ہو) آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے۔

مریم علیہا السلام کا عبرت خیز واقعہ

حضرت عمران کی ان بیوی صاحبہ کا نام جو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں حسنہ بنت فاقوذ تھا حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں انھیں اولاد نہیں ہوتی تھی ایک دن ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو دانہ کھلا رہی ہے

[a] سنت پر عمل پیرا ہونا ایک بہترین کام ہے اور اچھے کام برائیوں کو مٹاتے ہیں اسلئے جو گناہ زندگی میں ہو چکے وہ ختم کر دیئے جائیں گے یعنی ان پر کوئی سزا نہیں عطیہ بلکہ ثواب ہوگا بشرطیکہ سنت کے مطابق زندگی گذار کر اپنے گناہوں کی تلافی کی گئی ہو ۱۲ انظر شاہ [a] یعنی اپنے پاس سے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے شرف و امتیاز کیلئے روح کی نسبت اپنی طرف کی گئی جیسا کہ بیت اللہ وغیرہ میں ورنہ تمام ارواح من جانب اللہ ہی ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

تو انھیں ولولہ اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے اُسی وقت دعا کی اور خلوص کے ساتھ خدا کو پکارا اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا قبول فرمائی اور اسی رات انھیں حمل ٹھیر گیا جب حمل کا یقین ہو گیا تو نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اُسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے خدا کے نام پر آزاد کردوں گی۔ پھر خدا سے دعا کی کہ پروردگار تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما، تو میری دعا کو سن رہا ہے اور تو میری نیت کو بھی خوب جان رہا ہے۔ اب یہ تو معلوم نہ تھا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ جب بچہ تولد ہوا تو دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی تو اس قابل نہیں کہ وہ مسجد مقدس کی خدمت انجام دے سکے اس کے لئے تو لڑکا ہونا چاہئے تو عاجزی کے طور پر اپنی مجبوری جناب باری میں ظاہر کی کہ خدایا میں تو اسے تیرے نام پر وقف کر چکی تھی لیکن لڑکی ہوئی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ بھی پڑھا گیا ہے یعنی یہ قول بھی حضرت حسنہ کا تھا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی۔ اور "تُ" کے جزم کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی خدا کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور فرماتی ہیں کہ مرد عورت برابر نہیں۔ میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن بچہ ہو اُسی دن نام رکھنا بھی جائز ہے کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہماری شریعت ہے[1]۔ اور یہاں یہ بیان کیا گیا اور تردید نہیں کی گئی بلکہ اسے ثابت اور مقرر رکھا گیا۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے ہاں لڑکا ہوا اور میں نے اُس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر ابراہیم رکھا۔ ملاحظہ ہو بخاری و مسلم۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بھائی کو جبکہ تولد ہوئے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انھیں اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور ان کا نام عبد اللہ رکھا۔ یہ حدیث بھی صحیحین میں موجود ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا یا رسول اللہ میرے ہاں رات کو بچہ ہوا ہے کیا نام رکھوں؟ فرمایا عبد الرحمٰن نام رکھو (بخاری) ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بچہ ہوا جسے لیکر آپ حاضر خدمتِ نبوی ہوئے تاکہ آپ اپنے دستِ مبارک سے اس بچہ کو گھٹی دیں آپ اور طرف متوجہ ہو گئے بچہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت ابو اُسیدؓ نے بچہ کو واپس گھر بھیج دیا جب آپ فارغ ہوئے بچہ کی طرف نظر ڈالی تو اُسے نہ پایا گھبرا کر پوچھا اور معلوم کر کے کہا اس کا نام منذر رکھو (یعنی ڈرا دینے والا)۔ مسند احمد اور سنن میں ایک حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقے میں گروی ہے ساتویں دن عقیقہ کرے یعنی جانور ذبح کرے اور نام رکھے اور بچہ کا سر منڈوائے۔ ایک روایت میں ہے اور خون بہایا جائے اور یہ سند کے اعتبار سے مضبوط روایت ہے واللہ اعلم۔ لیکن زبیر بن بکار کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رض کا عقیقہ کیا اور نام ابراہیم رکھا۔ یہ حدیث سنداً ثابت نہیں اور صحیح حدیث اس کے خلاف موجود ہے۔ اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ اس نام کی شہرت اس دن ہوئی ہو واللہ اعلم۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ صاحبہ پھر اپنی بچی کو اور اس کی ہونے والی اولاد کو شیطان کے شر سے خدا کی پناہ میں دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو بھی قبول فرمایا چنانچہ مسند عبد الرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچے کو شیطان اُس کی پیدائش کے وقت چوکا دیتا ہے اسی سے وہ چیخ کر رونے لگتا ہے۔ لیکن حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اس سے بچے رہے۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ الخ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے۔ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے موجود ہے۔ کسی میں ہے ایک یا دو چوکے مارتا ہے۔ ایک حدیث میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہے کہ شیطان نے انھیں بھی چوکا مارنا چاہا لیکن اُنھیں نہ لگا پردے میں لگ کر رہ گیا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

پس اُن (مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر انکو نشوونما دیا۔ اور (حضرت) زکریا کو اُن کا سرپرست بنا دیا سو جب کبھی زکریا (علیہ السلام)

عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ

اُن کے پاس ... شریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے (اور) یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمھارے واسطے کہاں سے آئیں۔ وہ کہتیں

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

... پاس سے آئیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔

[1] بشرطیکہ ... صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ شریعت کے احکام ہمارے حق میں باقی رکھے ہوں یا انکا انکار نہ کیا ہو ورنہ سابقہ شریعتیں دین محمدی کے بعد منسوخ ہو گئیں

رزق رسانی کے حیرت انگیز طریقے

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضرت حنّہ کی نذر کو خدائے تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمالیا اور اسے بہترین طور سے نشوونما بخشی۔ ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے سرافراز فرمایا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی پرورش کرائی تاکہ علم اور خیر اور دین سیکھ لیں۔ حضرت زکریا؈ کو ان کا کفیل بنا دیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ تو فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام یتیم ہوگئی تھیں لیکن دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا؈ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا ہوسکتا ہے کہ دونوں وجہیں مل گئی ہوں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن اسحاق وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام ان کے خالو تھے اور بعض لوگ کہتے ہیں ان کے بہنوئی تھے جیسے معراج والی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ ابن اسحاق کے قول پر یہ حدیث ٹھیک ہے کیونکہ اصطلاح عرب میں ماں کی خالہ کے لڑکے کو بھی خالہ زاد بھائی کہدیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت مریم؈ اپنی خالہ کی پرورش میں تھیں صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ؄ کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت مریم؈ کی بزرگی اور ان کی کرامت بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی اُن کے پاس اُن کے حجرے میں جاتے تو بے موسمی میوے ان کے پاس پاتے مثلاً جاڑوں میں گرمیوں کے میوے اور گرمیوں میں جاڑے کے میوے۔ حضرت مجاہدؒ، حضرت عکرمہؓ، حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت ابو الشعثاءؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت قتادہؒ، حضرت ربیع بن انسؓ، حضرت عطیہ عوفیؒ، حضرت سدّیؒ اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ یہاں رزق سے مراد علم اور وہ صحیفے ہیں جن میں علمی باتیں ہوتی تھیں لیکن اول قول ہی زیادہ صحیح ہے اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی دلیل ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام ایک دن پوچھ بیٹھے کہ مریم تمہارے پاس یہ چیزیں کہاں سے آتی ہیں۔ صدیقہ نے جواب دیا کہ خدا کے پاس سے۔ وہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ مسند حافظ ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گذر گئے بھوک سے آپ کو تکلیف ہونے لگی اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بیٹی تمہارے پاس کچھ ہے مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور پر میرے ماں باپ صدقے ہوں کچھ بھی نہیں۔ اللہ کے نبی (اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ) وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ؄ کی لونڈی نے دو روٹیاں اور ٹکڑا گوشت حضرت فاطمہ؄ کے پاس بھیجا آپ نے اسے لیکر لگن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھی بھوک ہے لیکن ہم سب فاقے ہی سے گذار دیں گے اور خدا کی قسم آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دوں گی پھر حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو بلا لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں تھے لوٹ آئے کہنے لگیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا لے آؤ۔ اب جو کونڈا کھولا تو دیکھتی ہیں کہ روٹی سالن سے بھرا ہوا ہے۔ دیکھ کر حیران ہوگئیں لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ خدا کی طرف سے اس میں برکت نازل ہوگئی ہے اللہ کا شکر کیا نبیؐ خدا پر درود پڑھا اور آپ کے پاس لاکر پیش کر دیا آپ نے بھی اُسے دیکھ کر خدا کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا؟ جواب دیا کہ ابا جان خدا کے پاس سے۔ وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے آپ نے۔ آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا انھیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور اُن سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ خدا کے پاس سے ہے۔ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور آپ نے اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے اور حضرت حسنؓ نے اور حضرت حسینؓ نے اور آپ کی سب ازواج مطہرات؄ اور اہل بیت؄ نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اُتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا۔ یہ تھی خیر کثیر اور برکت خدائے تعالیٰ کی طرف سے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ ... سَمِيعُ

اس موقع پر دعا کی (حضرت) زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھ کو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ ... سننے والے ہیں

الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ ... يَحْيٰى

دعا کے — پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشخبری ... یحییٰ کی

مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ

جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنیوالے ہونگے اور مقتدا ہونگے اور اپنے نفس کو (لذائذ سے) بہت روکنے والے ہونگے اور نبی بھی ہونگے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہوں گے

اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ یَفْعَلُ

میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آپہنچا۔ اور میری بی بی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جائیگا (کیونکہ) اللہ تو جو کچھ ارادہ کریں

مَا یَشَاۗءُ ﴿۱۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً ۭ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

کر دیتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک

اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ﴿۴۱﴾

باتیں نہ کر سکو گے بجز اشارہ کے۔ اور اپنے رب کو (دل سے) بکثرت یاد کیجیو اور (زبان سے بھی) تسبیح (و تقدیس) کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی)۔

امید کی کرن

حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم میوہ دیتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کے پھل اور گرمی میں جاڑوں کے میوے ان کے پاس رکھے رہتے ہیں تو باوجود اپنے پورے بڑھاپے کے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود آپ بھی بے موسم میوہ یعنی نیک اولاد طلب کرنے لگے اور چونکہ یہ طلب بظاہر ایک ناممکن چیز کی طلب تھی اس لئے نہایت پوشیدگی سے یہ دعا مانگی جیسے اور جگہ ہے نِدَآءً خَفِیًّا۔ یہ اپنے عبادت خانے میں ہی تھے جو فرشتوں نے انھیں آواز دی اور انھیں سنا کر کہا کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ رکھنا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ بشارت ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ یحییٰ نام کی وجہ یہ ہے کہ ان کی حیاۃ ایمان کے ساتھ ہوگی وہ خدا کے کلمہ کی یعنی حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی تصدیق کریں گے۔ حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کو تسلیم کرنے والے بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ٹھیک حضرت عیسیٰؑ کی روش اور آپ کے طریق پر تھے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے اکثر ذکر کیا کرتی تھیں کہ میں اپنے پیٹ کی چیز کو تیرے پیٹ کی چیز سجدہ کرتی ہوئی پاتی ہوں۔ یہ تھی حضرت یحییٰ کی تصدیق دنیا میں آنے سے بھی پیشتر۔ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ کی سچائی انھوں نے ہی جانی۔ یہ حضرت عیسیٰؑ سے عمر میں بڑے تھے۔ سیّد کے معنی حلیم بردبار علم و عبادت میں بڑھا ہوا متقی پرہیزگار فقیہ عالم خلق و دین میں سب سے افضل جسے غصہ اور غضب مغلوب نہ کر سکے۔ شریف اور کریم کے ہیں۔ حَصُوْر کے معنی ہیں جو عورتوں کے پاس نہ آسکے جس کے ہاں نہ اولاد ہو نہ جس میں شہوت کا پانی ہو۔[له] اس معنی کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ تلاوت کر کے زمین سے کچھ اٹھا کر فرمایا اس کا عضو اس جیسا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق میں صرف حضرت یحییٰؑ ہی خدا سے بے گناہ ملیں گے۔ پھر آپ نے یہ الفاظ پڑھے اور زمین سے کچھ اٹھایا اور فرمایا حَصُوْر اُسے کہتے ہیں جس کا عضو اس جیسا ہو۔ اور حضرت یحییٰ بن سعید قطانؒ نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ یہ روایت جو مرفوع بیان ہوئی ہے اُس کی سند سے اس موقوف کی سند زیادہ صحیح ہے۔ اور مرفوع روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے کے پھندنے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ایسا تھا۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے زمین سے ایک مرجھوڑا تنکا اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت زکریا کو دوسری بشارت دی جاتی ہے کہ وہ تمھارا لڑکا نبی ہوگا یہ بشارت پہلی خوشخبری سے بھی بڑھ گئی۔ جب بشارت آچکی تب حضرت زکریاؑ کو خیال پیدا ہوا کہ بظاہر اسباب تو اس کا ہونا محال ہے تو کہنے لگے خدایا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے میں بوڑھا میری بیوی بالکل بانجھ۔ فرشتے نے اُسی وقت جواب دیا کہ خدا کا امر سب سے بڑا ہے اس کے پاس کوئی چیز اَن ہونی نہیں نہ اسے کوئی کام بھاری پڑے نہ وہ کسی کام سے عاجز۔ اس کا ارادہ ہو چکا وہ اسی طرح کرے گا۔ اب حضرت زکریاؑ خدا سے اس کی علامت طلب کرنے لگے تو ذاتِ باری سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ارشاد کیا گیا کہ نشان یہ ہے کہ تو تین دن [illegible] باتیں نہ کر سکے گا۔ رہے گا تندرست صحیح سالم لیکن زبان سے لوگوں سے بات چیت نہ کی جائے گی صرف اشاروں سے کام لینا پڑے گا جیسے اور جگہ [illegible] سَوِیًّا یعنی تین راتیں تندرستی کی حالت میں۔ پھر حکم دیا کہ اس حال میں تمھیں چاہئے کہ ذکر اور تکبیر اور تسبیح میں زیادہ مشغول رہو۔

[له] مطلب [illegible] کے باوجود نکاح نہ کرے۔ ورنہ عنین (نامرد) ہونا عیب ہے اور انبیاء علیہم السلام جسمانی کمزوریوں سے بھی اسی طرح محفوظ رکھے جاتے ہیں جیسا کہ اخلاقی برائیوں سے [illegible] تین دن مکمل حضرت زکریا علیہ السلام کی تسبیح و تقدیس کا تسلسل اختتام پذیر علامت کا ہے ورنہ صوب تسبیح و تقدیس کا احتیاج ہی ہے انظر شاہ کشمیری +

صبح شام اسی میں لگے رہو۔ اس کا دوسرا حصہ اور پورا بیان تفصیل کے ساتھ سورۂ مریم کے شروع میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (۱)

اور (وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (۲) ذٰلِكَ مِنْ أَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنیوالے ہیں۔ یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم انکی وحی بھیجتے ہیں

إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (۳)

آپ کے پاس اور آپ اُن لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے اپنے قلموں کو (پانی میں) ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص (حضرت) مریم (رض) کی کفالت کرے

مریم علیہا السلام کی خصوصیات

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے خبر پہنچائی کہ خدا نے انھیں اُن کی عبادت کی کثرت ان کی دنیا کی بے رغبتی اُن کی شرافت اور شیطانی وساوس سے دوری کی وجہ سے اپنے قربِ خاص کا درجہ عنایت فرما دیا ہے اور تمام جہان کی عورتوں پر انھیں خاص فضیلت دے رکھی ہے۔ صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والیاں ہیں اُن میں سے بہتر عورتیں قریش کی ہیں جو اپنے چھوٹے بچوں پر بہت ہی شفقت اور پیار کرنے والی اپنے خاوندوں کی چیزوں کی پوری حفاظت کرنے والی ہیں حضرت مریم بنت عمران رض اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت مریم بنت عمران رض ہیں اور عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں (رضی اللہ عنہما) ترمذی کی صحیح حدیث میں ہے ساری دنیا کی عورتوں میں سے تجھے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد ﷺ آسیہ فرعون کی بیوی بس ہیں (رضی اللہ عنہن) اور حدیث میں ہے یہ چاروں بیویاں تمام عالم کی عورتوں سے افضل اور بہتر ہیں اور حدیث میں ہے مردوں میں سے کامل مرد بہت ہیں لیکن عورتوں میں کمال والی عورتیں صرف تین ہیں۔ مریم بنت عمران رض آسیہ رض فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد رض اور عائشہ رض کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید یعنی گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کی تمام کھانوں پر[1]۔ یہ حدیث سوا ابوداؤد کے باقی اور سب کتابوں میں ہے صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں حضرت خدیجہ رض کا ذکر نہیں۔ میں نے اس حدیث کی تمام سندیں اور ہر سند کے الفاظ اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں حضرت عیسیٰ ؑ کے ذکر میں جمع کر دیئے ہیں وللہ الحمد والمنۃ۔ پھر فرشتے فرماتے ہیں کہ اے مریم ؑ تو خشوع خضوع رکوع سجود میں رہا کر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے اپنی قدرت کا ایک عظیم الشان نشان بنانے والا ہے اس لئے تجھے رب کی طرف پوری رغبت رکھنی چاہئے۔ قنوت کے معنی اطاعت کے ہیں جو عاجزی اور دل کی حاضری کے ساتھ ہو جیسے ارشاد ہے وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ یعنی اُسی کی ماتحتی اور ملکیت میں زمین و آسمان کی ہر چیز ہے۔ سب کے سب اُس کے محکوم اور تابعِ فرمان ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں قنوت کا لفظ ہے اُس سے مراد اطاعت گذاری ہے یہی حدیث ابن جریر میں بھی ہے لیکن سند میں نکارت ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام نماز میں اتنا لمبا قیام کرتی تھیں کہ دونوں ٹخنوں پر ورم چڑھ جاتا تھا قنوت سے مراد یہی نماز میں لمبے لمبے رکوع کرنا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مراد یہ ہے اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور رکوع سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔ حضرت اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہ رض اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت اور باخشوع اور لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اُتر آیا۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَرْضَاهَا۔

علم غیب کا انکار

یہ اہم خبریں بیان کر کے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ان باتوں کا علم تمھیں صرف میری وحی سے آپ کو ہوا۔ تمھیں کیا خبر؟ تم کچھ اُس وقت ان کے پاس تھوڑے ہی موجود تھے جو ان واقعات کی خبر لوگوں کو پہنچاتے؟ یہ سب عطیہ ہے ہم نے ان واقعات کو اس طرح آپ پر کھول دیا گویا آپ اس وقت خود موجود تھے جبکہ حضرت مریم رض کی پرورش کے بارے میں ہر شخص سبقت چاہتا تھا ہر ایک اس بات کا حریص تھا کہ یہ اجر اُسے ملے .... سرے پر

[1] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ غذا سب سے زیادہ پسند تھی اور طبی اعتبار سے بھی اس کے فائدے بہت زیادہ ہیں ۱۲ م

سبقت کرتا تھا سب کی خواہش تھی کہ اس دولت سے میں مالا مال ہو جاؤں اور یہ اجر مجھے مل جائے جب آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو لیکر بیت المقدس کی مسجد سلیمانی میں تشریف لائیں اور وہاں کے خادموں سے جو حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارونؑ کی نسل میں سے تھے کہا کہ میں انھیں اپنی نذر کے مطابق نام خدا پر آزاد کر چکی ہوں تم اُسے سنبھالو۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ لڑکی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ حیض کی حالت میں عورتیں مسجد میں نہیں آسکتیں اب تم جانو تمہارا کام۔ میں تو اسے گھر واپس نہیں لیجاؤں گی کیونکہ نام خدا پر اسے نذر کر چکی ہوں۔ حضرت عمرانؑ یہاں کے امام نماز تھے اور قربانیوں کے مہتمم تھے اور یہ اُن کی صاحبزادی تھیں تو ہر ایک نے بڑے چاؤ سے ان کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے ادھر سے حضرت زکریاؑ نے اپنا ایک حق اور جتایا کہ میں رشتہ میں بھی ان کا خالو ہوتا ہوں تو یہ لڑکی مجھی کو ملنی چاہیے لیکن اور لوگ راضی نہ ہوئے آخر قرعہ ڈالا گیا اور قرعہ میں اُن سب نے اپنی وہ قلمیں ڈالیں جن سے توراۃ لکھتے تھے تو قرعہ حضرت زکریاؑ کے نام نکلا اور یہی اس سعادت سے مشرف ہوئے دوسری مفصل روایتوں میں یہ بھی ہے کہ نہر اُردن پر جا کر یہ قلمیں ڈالی گئیں پانی کے بہاؤ کے ساتھ جو قلم نکل جائے وہ نہیں اور جس کا قلم ٹھہر جائے وہ حضرت مریمؑ کا کفیل بنے چنانچہ سب کی قلمیں تو پانی بہالے گیا یہ صرف حضرت زکریاؑ کا قلم ٹھہر گیا بلکہ اُلٹا اوپر کو چڑھنے لگا تو ایک تو قرعے میں ان کا نام نکلا دوسرے قریب کی رشتہ داری تھی۔ پھر یہ خود ان تمام کے سردار امام عالم بلکہ نبی تھے صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِ۔ پس انہی کو حضرت مریم سونپ دی گئیں۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

(اس وقت کو یاد کرو) جبکہ فرشتوں نے (یہ بھی) کہا کہ اے مریمؑ بیشک اللہ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا اس کا نام (و لقب) مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَ

باآبرو ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین کے ہوں گے اور آدمیوں سے کلام کریں گے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور

مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۵﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ

شائستہ لوگوں میں سے ہوں گے (حضرت مریم علیہا السلام) بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۶﴾

کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ چیز ہو جاتی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام ان کی حیرت انگیز پیدائش نبوت اور دمِ عیسیٰ

یہ خوشخبری حضرت مریم کو فرشتے سنا رہے ہیں کہ اُنھیں ایک لڑکا ہوگا بڑی شان والا جو صرف خدا کے کلمہ کُن کے کہنے سے ہوگا اور یہی تفسیر ہے خدا کے فرمان مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کی جیسا کہ جمہور نے ذکر کیا جو بیان اس سے پہلے گذر چکا جس کا نام مسیح ہوگا عیسیٰ بیٹا مریم کا علیہ السلام۔ ہر مومن اسے اسی نام سے پہچانے گا مسیح نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زمین میں وہ بکثرت سیاحت کریں گے ماں کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا باپ کوئی نہ تھا خدا کے نزدیک وہ دونوں جہان میں برگزیدہ ہیں اور مقربان خاص میں سے ہیں۔ ان پر خدا کی شریعت اور کتاب اُترے گی اور بڑی بڑی مہربانیاں ان پر دنیا میں نازل ہوں گی اور آخرت میں بھی۔ اور اولو العزم پیغمبروں کی طرح خدا کے حکم سے جس کے لئے خدا چاہے گا وہ شفاعت کریں گے جو قبول ہو جائے گی صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ۔ وہ اپنے بچپن میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کریں گے یعنی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی لوگوں کو بچپن ہی میں دعوت دیں گے جو اُن کا معجزہ ہوگا اور بڑی عمر میں بھی جب خدا ان کی طرف وحی کرے گا وہ اپنے قول و فعل میں علم صحیح [illegible] ے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے ایک حدیث میں ہے کہ بچپن میں کلام صرف حضرت عیسیٰؑ نے کیا ہے اور جُریج کے ساتھی نے۔ اور حدیث میں ای[illegible] م کرنا بھی موجود ہے تو یہ تین ہوئے۔ حضرت مریمؑ اس بشارت کو سن کر اپنی مناجات میں کہنے لگیں خدایا مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میں نے تو نکاح بھی [illegible] نہ میرا ارادہ نکاح کرنے کا ہے اور نہ میں ایسی بدکار عورت ہوں حاشا للہ اللہ عزوجل کی طرف سے فرشتے نے جواب میں کہا کہ اللہ کا امر بہت بڑا [illegible] ئی چیز عاجز نہیں کر سکتی وہ جو چاہے پیدا کر دے۔ اس نکتے کو خیال میں رکھنا چاہیے کہ حضرت زکریاؑ کے اس سوال کے جواب میں اس جگہ

لفظ یَفْعَلُ تھا یہاں لفظ یَخْلُقُ ہے یعنی پیدا کرتا ہے اس لئے کہ کسی باطل پرست کو کوئی شبہ کا موقع باقی نہ رہے اور صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰؑ کا خدا کی مخلوق ہونا معلوم ہو جائے۔ پھر اس کی مزید تاکید کی اور فرمایا وہ جس کام کو جب کبھی کرنا چاہتا ہے تو صرف اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا۔ بس وہ وہیں ہو جاتا ہے اس کے حکم کے بعد ڈھیل اور دیر نہیں لگتی۔ جیسے اور جگہ ہے وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ یعنی ہمارے صرف ایک مرتبہ کے حکم سے ہی بلا تاخیر فی الفور آنکھ جھپکتے ہی وہ کام ہو جاتا ہے ہمیں دوبارہ اُسے کہنا نہیں پڑتا۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ⑦ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ

اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرما دیں گے (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل۔ اور اُن کو (تمام) بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے (پیغمبر بناکر) کہ میں تم

جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ

لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لیکر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تم لوگوں کیلئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اسکے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (جاندار) پرندہ

طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم

بن جاتا ہے خدا کے حکم سے۔ اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے۔ اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں

بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ⑧

جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو۔ اور جو رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں (میری نبوت کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم

اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں اور

بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ⑨ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ⑩

دلیل (نبوت) لیکر آیا ہوں حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اُسکی عبادت کرو۔ بس یہی ہے راہ راست

معجزات کی تفصیل

فرشتے حضرت مریمؑ سے کہتے ہیں کہ تیرے اُس لڑکے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار عالم لکھنا سکھائے گا اور حکمت سکھائے گا۔ لفظ حکمت کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ اور اُسے توراۃ سکھائے گا جو حضرت موسیٰ بن عمرانؑ پر اتری تھی اور انجیل سکھائیگا جو حضرت عیسیٰؑ پر اُتری۔ چنانچہ آپ کو یہ دونوں کتابیں حفظ یاد تھیں۔ انھیں بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بناکر بھیجے گا۔ اس بات کے کہنے کے لئے کہ میرا یہ معجزہ دیکھو کہ مٹی اُس کا پرند بنایا پھر پھونک مارتے ہی وہ سچ مچ کا جیتا جاگتا پرند بن کر سب کے سامنے اُڑنے لگا۔ یہ خدا کے حکم سے اور اس کے فرمان سے تھا حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قدرت سے نہیں۔ یہ ایک معجزہ تھا جو آپ کی نبوت کا نشان تھا۔ اَکْمَہْ اُس اندھے کو کہتے ہیں جسے دن کے وقت دکھائی نہ دے اور رات کو دکھائی دے بعضوں نے کہا ہے اَکْمَہْ اُس نابینا کو کہتے ہیں جسے دن کو دکھائی دے اور رات کو دکھائی نہ دے۔ بعض کہتے ہیں بھینگا اور ترچھا اور کانا مراد ہے۔ بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جو ماں کے پیٹ سے بالکل اندھا پیدا ہوا ہو۔ یہاں یہی ترجمہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں معجزہ کا کمال ہے اور مخالفین کو عاجز کرنے کے لئے یہ صورت اس کی دو صورتوں سے اعلیٰ ہے اَبْرَصْ سفید داغ والے کوڑھی کو کہتے ہیں ایسے بیمار بھی خدا کے حکم سے حضرت عیسیٰؑ اچھے کر دیتے تھے اور مُردوں کو بھی خدا کے حکم سے آپ جِلا دیا کرتے تھے اکثر علماء کا قول ہے کہ ہر ہر زمانہ کے نبی کو اس زمانے والوں کی مناسبت سے خاص خاص معجزات حضرت باری عزاسمہ نے عطا فرمائے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادوگروں کی بڑی قدر و تعظیم تھی تو خدا نے آپ کو وہ معجزہ دیا کہ تمام جادوگروں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان پر حیرت طاری ہوگئی اور انھیں کامل یقین ہوگیا کہ یہ تو خدائے واحد قہار کی طرف سے عطیہ ہے جادو ہرگز نہیں چنانچہ ان کی گردنیں جھک گئیں اور یک لخت وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور بالآخر خدا کے مقرب بندے بن گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں اور حکیموں کا دَور دَورہ تھا کامل اطباء اور ماہر حکیم علم طبیعت کے پورے عالم اور لاجواب کامل الفن اُستاد موجود تھے

معجزے دیئے گئے جس سے وہ سب عاجز تھے۔ بھلا مادرزاد اندھوں کو بالکل بینا کر دینا اور کوڑھیوں کو اس مہلک بیماری سے آرام کر دینا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جمادات جو محض بے جان چیز ہے اُس میں روح ڈال دینا اور قبروں کے مُردوں کو زندہ کر دینا کسی کے بس کی بات ہے؟ صرف خدا کے حکم سے بطور معجزہ یہ باتیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔

قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے

ٹھیک اسی طرح جب ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت فصاحت، بلاغت، نکتہ رسی اور بلند خیالی، بول چال میں نزاکت و لطافت کا زمانہ تھا اس فن میں بلند پایہ شاعروں نے وہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ دُنیا اُن کے قدموں پر جُھک پڑی تھی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ ایسی عطا فرمائی گئی کہ ان سب کی کوندتی ہوئی بجلیاں ماند پڑ گئیں اور کلام اللہ کے نور نے اُنھیں نیچا دکھایا اور یقین کامل ہو گیا کہ یہ انسانی کلام نہیں۔ تمام دنیا سے کہدیا گیا اور جتا جتا کر بتا بتا کر سنا سنا کر منادی کر کر کے بار بار اعلان دیکر کہا گیا کہ ہے کوئی جو اس جیسا کلام کہہ سکے؟ اکیلے اکیلے نہیں سب مل جاؤ اور انسان ہی نہیں جنات کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لو۔ پھر سارے قرآن کے برابر بھی نہیں صرف دس سورتوں کے برابر ہی سہی اور اچھا یہ بھی نہ سہی ایک ہی سورت اس کے مثل تو بنا کر لاؤ لیکن سب کی کمریں ٹوٹ گئیں، ہمتیں پست ہو گئیں، گلے خشک ہو گئے، زبان گنگ ہو گئی اور آج تک قرآن کا جواب ساری دنیا سے نہ بن پڑا اور نہ کبھی ہو سکے گا بھلا کہاں خدا کا کلام اور کہاں مخلوق کا۔ پس اُس زمانہ کے اعتبار سے اس معجزے نے اپنا اثر کیا اور مخالفین کو ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی اور جوق در جوق اسلامی حلقے میں آ گئے۔ پھر حضرت مسیح کا اور معجزہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے فرمایا بھی اور کر کے دکھایا بھی کہ جو کوئی تم میں سے آج اپنے گھر میں جو کچھ کھا کر آیا ہو میں اُسے بھی خدا کے بتائے سے بتا دوں گا اور کل کے لئے بھی اُس نے جو تیاری کی ہو مجھے خدا کے معلوم کرانے سے معلوم رہتا ہے اس میں میری سچائی کی دلیل ہے کہ میں جو تعلیم تمھیں دے رہا ہوں وہ برحق ہے۔ ہاں اگر تم میں ایمان ہی نہیں تو پھر کیا؟ میں اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کو بھی ماننے والا اس کی سچائی کا دنیا میں اعلان کرنے والا ہوں۔ میں تم پر بعض وہ چیزیں حلال کرنے آیا ہوں جو مجھ سے پہلے تم پر حرام کی گئی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے بعض احکام منسوخ کئے ہیں گو اس کے خلاف بھی مفسرین کا خیال ہے لیکن درست بات یہی ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ توراۃ کا کوئی حکم آپ نے منسوخ نہیں کیا البتہ بعض حلال چیزوں میں جو اختلاف تھا اور بڑھتے بڑھتے گویا ان کی حرمت پر اجماع ہو چکا تھا حضرت عیسیٰ نے اُن کی حقیقت بیان فرما دی اور ان کے حلال ہونے پر مُہر کر دی۔ جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ میں تمہارے بعض آپس کے اختلاف میں صاف فیصلہ کر دوں گا۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس اپنی سچائی کی خدائی دلیلیں موجود ہیں تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو جس کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ اُسے پوجو جو میرا اور تمھارا پالنہار ہے سیدھی اور سچی راہ تو صرف یہی ہے۔

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ

سو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے۔ حواریین بولے کہ ہم ہیں

اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا

مددگار اللہ (کے دین) کے ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ اور آپ اسکے گواہ رہئے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اُن چیزوں (یعنی احکام) پر جو آپ نے نازل

الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ركوع ۵ ۱۳

(ان) رسول کی سو ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تو سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں

عیسےٰ علیہ السلام کے خلاف سازش بروقت خدائی امداد

یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی معاندت اور عداوت کو دیکھ لیا

ف روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کو ان کی قبر سے زندہ کیا تھا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ جب وہ قبر سے باہر آئے تو ان کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے دریافت کیا کہ تمھارے سر کے بال کیوں سفید ہو گئے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ قیامت کی دہشت سے میرے بال سفید ہو گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے زندہ رہنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے معلوم کیا کہ جاں کنی کی تکلیف سے محفوظ رہوں گا؟ عیسیٰؑ نے فرمایا کہ نہیں موت تو جب آئے گی نزع کی تکلیف بہر حال اُٹھانا پڑے گی [illegible] نے کہا کہ پھر تو مجھے قبر میں آپ اسی طرح لوٹا دیجئے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے لوٹا دیا ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

کہ ایسی گمراہی، کج روی اور کفروانکار سے یہ ہٹتے ہی نہیں تو فرمانے لگے کہ کوئی ایسا بھی ہے جو میری تابعداری کرے خدا کی طرف پہنچنے کے لئے؟ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کوئی ہے جو خدا کے ساتھ میرا مددگار رہے؟ لیکن پہلا قول زیادہ ٹھیک ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی طرف پکارنے میں میرا ہاتھ بٹانے والا کون ہے؟ جیسے کہ نبی اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے پہلے موسم حج کے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے خدا کا کلام پہنچانے کے لیے جگہ دے؟ قریش تو کلام خدا کی تبلیغ سے مجھے روک رہے ہیں یہاں تک کہ مدینہ شریف کے باشندے انصار کرام رض اس خدمت کے لیے کمربستہ ہوئے آپ کو جگہ بھی دی، آپ کی مدد بھی کی۔ اور جب آپ اُن کے ہاں تشریف لے گئے تو پوری خیرخواہی اور بے نظیر ہمدردی کی۔ ساری دنیا کے مقابل میں اپنا سینہ سپر کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت، خیرخواہی اور آپ کے مقاصد کی کامیابی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس آواز پر بھی چند بنی اسرائیلیوں نے لبیک کہی، آپ پر ایمان لائے، آپ کی تائید کی تصدیق کی اور پوری مدد پہنچائی اور اس نور کی اطاعت میں لگ گئے جو خدا نے اُن کے ساتھ اتارا تھا یعنی انجیل۔

حواری کون تھے؟

یہ لوگ دھوبی تھے اور حواری انھیں ان کے کپڑوں کی سفیدی کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ شکاری تھے۔ صحیح یہ ہے کہ حواری کہتے ہیں مددگار کو۔ جیسے کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جنگِ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی ہے جو سینہ سپر ہو جائے؟ اس آواز کو سُنتے ہی حضرت زبیرؓ تیار ہو گئے۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا پھر بھی حضرت زبیرؓ نے ہی قدم اُٹھایا۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے رضی اللہ عنہ۔ پھر یہ لوگ اپنی دعا میں کہتے ہیں۔ ہمیں شاہدوں میں لکھ لے۔ اس سے مراد حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک امتِ محمدؐ میں لکھ لینا ہے۔ اس تفسیر کی روایت سنداً بے غل وغش ہے۔ پھر بنی اسرائیل کے اُس ناپاک گروہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے جانی دشمن تھے انھیں مروا دینے اور سولی دیے جانے کا قصد رکھتے تھے جنھوں نے اُس زمانہ کے بادشاہ کے کان حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے بھرے تھے کہ یہ شخص لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے ملک میں بغاوت کر رہا ہے اور رعایا کو بگاڑ رہا ہے، باپ بیٹوں میں فساد برپا کرا رہا ہے۔ بلکہ اپنی خباثت، خیانت، کذب و دروغ میں یہاں تک بڑھ گئے کہ آپ کو زانیہ کا بیٹا کہا اور بڑے بڑے بہتان آپ پر باندھے یہاں تک کہ بادشاہ بھی دشمن جان بن گیا اور اپنی فوج کو بھیجا کہ اسے گرفتار کر کے سخت سزا کے ساتھ پھانسی دیدو۔ یہاں سے پولیس جاتی ہے اور جس گھر میں آپ تھے اُسے ہر طرف سے گھیر لیتی ہے، ناکہ بندی کر کے پھر گھر میں گھستے ہیں لیکن خدا تعالیٰ آپ کو ان مکاروں کے ہاتھ سے صاف بچا لیتا ہے اس گھر کے روزن سے آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہے اور آپ کی شباہت ایک اور شخص پر ڈالدی جاتی ہے جو اسی گھر میں تھا۔ یہ لوگ رات کے اندھیرے میں اس کو عیسیٰؑ سمجھ لیتے ہیں گرفتار کر کے لیجاتے ہیں، سخت توہین کرتے ہیں اور سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر اُسے صلیب پر چڑھا دیتے ہیں۔ یہی ان کے ساتھ اللہ کا مکر تھا کہ وہ تو اپنے نزدیک یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے اللہ کے نبی کو پھانسی پر لٹکا دیا حالانکہ خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی کو تو نجات دیدی تھی۔ اس بدبختی اور بدنیتی کا ثمرہ انھیں یہ ملا کہ ان کے دل ہمیشہ کے لئے سخت ہو گئے، باطل پر اَڑ گئے اور دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئے اور آخر دنیا تک اس ذلت میں ہی رہ پڑے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اگر انھیں مکر آتے ہیں تو کیا ہم نہیں جانتے ہم تو ان سے بہتر کرنے والے ہیں۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنیوالا ہوں جو منکر ہیں اور

جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ

جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کر (تمہارے) منکر ہیں روز قیامت تک پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان

بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ① فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا

(عملی) فیصلہ کردوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے تفصیل (فیصلہ کی) یہ ہے کہ جو لوگ (ان اختلاف کرنیوالوں میں) کافر تھے سو ان کو سخت سزا دوں گا

فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ② وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی (طرفدار) نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انھوں نے نیک کام کئے تھے

فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۳﴾ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۴﴾

سو انکو اللہ تعالیٰ انکے (ایمان و نیک کاموں کے) ثواب دینگے اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنیوالوں سے۔ یہ ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ (آپ کے) منجملہ دلائل (نبوت) کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز

رفعِ عیسیٰ علیہ السلام، مسئلہ کی نزاکت اور ایمان و کفر کا معیار

قتادہ رحمہ وغیرہ بعض مفسرین تو فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔ پھر اس کے بعد تجھے فوت کروں گا ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ نے آپ کو اٹھانے کے وقت شروع دن میں تین ساعت تک فوت کر دیا تھا۔ ابن اسحاق رحمہ کہتے ہیں نصاریٰ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات ساعت تک فوت رکھا پھر زندہ کیا وہبؒ فرماتے ہیں تین دن تک موت رہی پھر زندہ کر کے اٹھالیا مطر وراق رحمہ فرماتے ہیں یعنی میں تجھے دنیا میں پورا پورا دینے والا ہوں یہاں وفاتِ موت مراد نہیں۔ اسی طرح ابن جریرؒ فرماتے ہیں توفی سے یہاں مراد ان کا رفع ہے اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ وفات سے مراد یہاں نیند ہے۔ جیسے اور جگہ قرآنِ حکیم میں ہے هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ الخ وہ خدا جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے یعنی سلا دیتا ہے اور جگہ ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو فوت کرتا ہے اُن کی موت کے وقت اور جو نہیں مرتیں اُنھیں اُن کی نیند کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا یعنی خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کر دیا الخ اور جگہ فرمانِ باری وَبِكُفْرِهِمْ سے شَهِيدًا تک پڑھو جہاں فرمایا گیا ہے ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریمؑ پر بہتانِ عظیم دھرنے کی بنا پر اور اس باعث کہ وہ کہتے ہیں ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریمؑ رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ نہ قتل کیا ہے اور نہ صلیب دی ہے لیکن ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا الخ مَوْتِهِ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی تمام اہلِ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے جبکہ وہ قیامت سے پہلے زمین پر اُتریں گے۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آرہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس اس وقت تمام اہلِ کتاب اُن پر ایمان لائیں گے کیونکہ نہ وہ جزیہ لیں گے، نہ سوائے اسلام کے اور کوئی بات قبول کریں گے ابن ابی حاتم میں حضرت حسنؒ سے إِنِّي مُتَوَفِّيكَ کی تفسیر یہ نقل ہے کہ اُن پر نیند ڈالی گئی۔ اور نیند کی حالت میں ہی اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اٹھالیا حضرت حسنؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہیں وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹنے والے ہیں۔ پھر فرماتا ہے میں تجھے اپنی طرف اٹھا کر کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں پر غالب رکھنے والا ہوں قیامت تک چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھالیا تو اُن کے بعد اُنکے ساتھیوں کے کئی فریق ہوگئے ایک فرقہ تو آپ کی بعثت پر ایمان رکھنے والا تھا کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی ایک بندی کے لڑکے ہیں بعض وہ تھے جنھوں نے غلو سے کام لیا اور بڑھ گئے اور آپ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اوروں نے خود خدا آپ کو کہا دوسروں نے تین میں کا ایک آپ کو بتلایا اللہ تعالیٰ ان کے ان عقائد کا ذکر قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ پھر ان کی تردید بھی کر دی ہے تین سو سال تک تو یہ اسی طرح رہے۔ پھر یونان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جو بڑا فیلسوف تھا جس کا نام قسطنطین تھا کہا جاتا ہے کہ صرف اس دین کو بگاڑنے کے لئے منافقانہ بطور حیلہ جوئی کے وہ اس دین میں داخل ہوا یا جہالت سے داخل ہوا۔ بہرصورت اس نے دینِ مسیح کو بالکل بدل ڈالا اور بڑی تحریف کی اور کمی زیادتی بھی اس دین میں کر ڈالی۔ بہت سے قانون ایجاد کئے اور امانتِ کبریٰ بھی اسی کی ایجاد ہے۔ جو درحقیقت کمینہ پن کی خیانت ہے اسی نے اپنے زمانہ میں سؤر کو حلال کیا اسی کے حکم سے عیسائی مشرق کی طرف نماز پڑھنے لگے، اسی نے گرجاؤں اور کنیسوں میں عبادت خانوں اور خانقاہوں میں تصویریں بنوائیں اور اپنے ایک گناہ کے باعث دس روزے روزوں میں بڑھوا دیئے۔ غرض اس کے زمانہ سے دینِ مسیح مسیحی دین نہ رہا۔ بلکہ دینِ قسطنطین ہو گیا۔ اس نے ظاہری رونق تو خوب دی بارہ ہزار سے زائد تو عبادت گاہیں بنوادیں اور ایک شہر اپنے نام سے بسایا۔ ملکیہ گروہ نے اس کی تمام باتیں مان لیں لیکن باوجود ان سب سیاہ کاریوں کے یہودی ان کے ہاتھ تلے رہے اور درحقیقت نسبتاً حق سے زیادہ قریب یہی تھے گو فی الواقع سارے کے سارے کفار تھے خدا کی ان پر پھٹکار ہو۔ اب جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تو آپ پر جو لوگ ایمان لائے اُن کا ایمان خدا کی ذات پر بھی تھا اُس کے فرشتوں پر بھی تھا اُس کی کتابوں پر بھی تھا اور اس کے تمام رسولوں پر بھی تھا پس حقیقت میں نبیوں کے سچے تابعِ فرمان یہی لوگ تھے یعنی امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے کہ یہ نبی اُمّی عربی خاتم الرسل سید اولادِ آدم کے ماننے والے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تمام حقانیت کو سچا ماننے کی تھی۔ پس درحقیقت ہر نبی کے سچے تابعدار صحیح معنی میں اُمّتی کہلانے کے مستحق یہی تھے کیونکہ اُن لوگوں نے

جو اپنے تئیں عیسیٰؑ کی امت کہتے تھے دین عیسوی کو بالکل مسخ اور فسخ کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں پیغمبر آخر الزماں کا دین بھی اور تمام اگلی شریعتوں کا ناسخ تھا پھر محفوظ رہنے والا تھا جس کا ایک شوشہ بھی قیامت تک بدلے گا نہیں اس لئے اس آیت کے وعدے کے مطابق خدائے تعالیٰ نے کافروں پر اس امت کو غلبہ دیا اور یہ مشرق سے لیکر مغرب تک چھا گئے ملکوں کو اپنے پاؤں تلے روند دیا اور بڑے بڑے جابر اور معاند کافروں کی گردنیں مروڑ دیں دولتیں ان کے پیروں میں آ گئیں، فتح و غنیمت ان کی رکاب چومنے لگی مدتوں کی پرانی سلطنتوں کے تختے انھوں نے اُلٹ دیئے، کسریٰ کی پرشان سلطنت اُن کے بھڑکتے ہوئے آتش کدے ان کے ہاتھوں ویران اور سرد ہوئے۔ قیصر کا تاج و تخت ان خدا والوں نے تاخت و تاراج کیا اور انھیں مسیح پرستی کا خوب مزہ چکھایا اور ان کے خزانوں کو خدائے واحد کی رضامندی میں اور اس کے سچے نبی کے دین کی اشاعت میں دل کھول کر خرچ کئے اور خدا کے نوشتے اور نبی کے وعدے چڑھتے ہوئے سورج کی اور چودھویں کے روشن چاند کی طرح سچے ہوتے ہوئے لوگوں نے دیکھ لئے مسیح علیہ السلام کے نام کو بدنام کرنے والے مسیح کے نام شیطانوں کو پوجنے والے ان پاک باز خدا پرستوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر شام کے لہلہاتے ہوئے باغات اور آباد شہروں کو ان کے حوالے کر کے بے پناہ بھاگتے ہوئے روم میں جا بسے۔ پھر وہاں سے بھی یہ بے عزت کر کے نکالے گئے اور اپنے بادشاہ کے خاص شہر قسطنطنیہ میں پہنچے لیکن پھر وہاں سے بھی ذلیل و خوار کر کے نکال دیئے گئے اور انشاء اللہ العزیز اسلام اور اہل اسلام قیامت تک ان کے اوپر ہی رہیں گے۔ سب سچوں کے سردار جن کی سچائی پر مُہر خدا لگ چکی ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے چکے ہیں جو اٹل ہے نہ کاٹے کٹے نہ توڑے ٹوٹے نہ ٹالے ٹلے۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی اُمت کا آخری گروہ قسطنطنیہ کو فتح کرے گا اور وہاں کے تمام خزانے اپنے قبضہ میں کرے گا اور رومیوں سے اُن کی وہ گھمسان لڑائی ہوگی کہ اُس کی نظیر سے دنیا خالی ہو۔ ہماری دعا ہے کہ ہر زمانے میں خدا اس امت کا حامی و ناصر رہے اور روئے زمین کے کفار پر انھیں غالب رکھے اور انھیں سمجھ دے کہ نہ یہ خدا کے سوا کسی کی عبادت کریں نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت کریں۔ یہی اصل ہے اسلام کی۔ اور یہی گُر ہے عُرُوج دنیوی کا۔ میں نے اس سب کو ایک علیحدہ کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ آگے کے قولِ خدا پر نظر ڈالئے کہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ کفر کرنے والے یہود اور آپ کی شان میں بڑی چڑھی باتیں بنا کر بہکنے والے نصرانیوں کو قتل و قید کی مال اور سلطنت کے تباہ ہو جانے کی سزا دی اور آخرت کا عذاب وہیں دیکھ لینا جہاں نہ کوئی بچا سکے گا نہ مدد کر سکے اور ان کے برخلاف ایمانداروں کو پورا اجر خدا تعالیٰ عطا فرمائے گا دنیا میں بھی فتح اور نصرت، عزت و حرمت عطا ہوگی۔ اور عقبیٰ میں بھی خاص رحمتیں اور نعمتیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ناپسند رکھتا ہے۔ پھر فرمایا اے نبیؐ یہ تھی حقیقت حضرت عیسیٰ کی اور ان کی ابتدائے پیدائش کی اور ان کے امر کی جو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ سے آپ کی طرف بذریعہ اپنی خاص وحی کے اتار دی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں جیسے سورۂ مریم میں فرمایا۔ عیسیٰ بن مریم یہی ہیں، یہی سچی حقیقت ہے جس میں تم شک و شبہ میں پڑے ہو۔ خدا کو تو لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو وہ اس سے بالکل پاک ہے وہ جو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے ہو جا۔ بس وہ ہو جاتا ہے اب یہاں بھی اس کے بعد بیان ہو رہا ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ⑤

بیشک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدم کے ہے کہ ان (کے قالب) کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جائیں بس وہ (جاندار) ہو گئے

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ⑥ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ

یہ امر واقعی آپ کے پروردگار کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جیئے۔ پس جو شخص آپ سے عیسیٰؑ کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (قطعی)

مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا

آئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو

وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ⑦ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ

اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں۔ بیشک یہ (جو کچھ) مذکور

(ع ۱۱)

الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بلاشک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے

الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾ ع ٦ ١٤

حکمت والے ہیں پھر (بھی) اگر سرتابی کریں تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کوئی حیرت انگیز امر نہیں ہے

حضرت باری جل اسمہ وعلا قدرہٗ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرمارہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا تو صرف باپ نہ تھا اور میں نے انھیں پیدا کر دیا تو اس میں کیا تعجب ہے؟ میں نے حضرت آدم کو تو ان سے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ اُن کا بھی باپ نہ تھا بلکہ ماں بھی نہ تھی۔ مٹی سے پتلا بنایا اور کہہ دیا آدم ہوجا اُسی وقت ہوگیا پھر مجھ پر صرف ماں سے پیدا کرنا کیا مشکل۔ جب کہ بغیر ماں اور باپ کے بھی میں نے پیدا کر دیا پس اگر صرف باپ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا کہلانے کے مستحق ہوسکتے ہیں تو حضرت آدمؑ بطریق اولیٰ اس کا استحقاق رکھتے ہیں اور انھیں خود تم بھی نہیں مانتے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کو اس درجہ سے بطورِ اولیٰ ہٹانا چاہئے کیونکہ ابنیت کے دعوے کا بطلان اور فساد یہاں اُس سے بھی زیادہ ظاہر ہے یہاں ماں تو ہے وہاں تو نہ ماں تھی نہ باپ۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی کامل قدرتوں کا ظہور ہے کہ آدمؑ کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کیا اور حوّا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا اور عیسیٰؑ کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کر دیا اور باقی مخلوق کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اسی لئے سورہ مریم میں فرمایا وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ۔ ہم نے عیسیٰؑ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان بنایا اور یہاں فرمایا ہے عیسیٰؑ کے بارے میں خدائی سچا فیصلہ یہی ہے اس کے سوا اور کچھ کمی زیادتی کی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ حق کے بعد گمراہی ہی ہوتی ہے پس تجھے اے نبی ہرگز ان شکّی لوگوں میں نہ ہونا چاہئے[عٰہ]۔ اللہ رب العالمین اس کے بعد اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ اگر اس قدر واضح اور کامل بیان کے بعد بھی کوئی شخص تجھ سے امرِ عیسیٰ کے بارے میں جھگڑے تو انھیں مباہلہ کی دعوت دے کہ ہم فریقین مع اپنے بیٹوں اور بیویوں کے مباہلہ کے لئے نکلیں اور خدا سے بہ عاجزی کہیں کہ خدایا ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو اس پر تو اپنی لعنت نازل فرما۔ اس مباہلہ کے نازل ہونے کا اور ابتدا سورت سے یہاں تک کی ان تمام آیتوں کے نازل ہونے کا سبب نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا یہ لوگ یہاں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ خدائی کے حصّہ دار اور خدا کے بیٹے ہیں پس ان کی تردید اور ان کے جواب میں یہ سب آیتیں نازل ہوئیں۔

وفد نجران

ابن اسحاق رح اپنی مشہور و عام سیرت میں لکھتے ہیں اور دوسرے مؤرخین نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ نجران کے نصرانیوں نے بطور وفد کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ساٹھ آدمی بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں۔ عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ سید جس کا نام ایہم تھا۔ ابوحارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا اور اوس بن حارث اور زید اور قیس اور یزید اور اُس کے دونوں لڑکے اور خویلد اور عمرو اور خالد اور عبداللہ اور محسن۔ یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے۔ عاقب جو امیر قوم تھا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اور اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہوجاتے تھے اور سید جو ان کا لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لئے انھوں نے بڑے بڑے گرجے بنا دیئے تھے اور اس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اس کی بہت کچھ خاطر مدارات اور خدمت و عزت کرتے رہتے تھے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و نشان سے واقف تھا اور اگلی کتابوں میں آپ کی صفتیں پڑھ چکا تھا دل سے آپ کی نبوت کا قائل تھا لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اسے حاصل تھا اُس کے چھن جانے کے خوف سے راہِ حق کی طرف نہیں آتا تھا۔ غرض یہ وفد مدینہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ اُس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے یہ لوگ

عٰہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کوئی شک ادنیٰ درجہ کا تو کیا بھی نہیں تھا۔ دراصل ان لوگوں کو یہ خطاب ہے جو ان حقائق کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں ١٢ منہ

نفیس پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں۔ صحابہ رضی کہتے ہیں ان کے بعد ان جیسا باشوکت وفد کوئی نہیں آیا۔ ان کی نماز کا وقت آگیا تو آپ کی اجازت سے انھوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجدِ نبوی میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کرلی۔ بعد نماز کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی گفتگو ہوئی۔ اُدھر سے بولنے والے یہ تین شخص تھے۔ حارثہ بن علقمہ۔ عاقب یعنی عبدالمسیح اور سید یعنی ایہم۔ یہ گو شاہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے۔ حضرت مسیح کی نسبت تینوں خیال ان کے تھے یعنی وہ خود خدا ہے اور خدا کا لڑکا ہے اور تین میں کا تیسرا ہے۔ اللہ ان کے اس ناپاک قول سے مبرّا ہے اور بہت ہی بلند و بالا۔ تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے۔ مسیح کے خدا ہونے کی دلیل تو اُن کے پاس یہ تھی کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور اندھوں کو اور کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا۔ غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اُڑا دیا کرتا تھا۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ ساری باتیں اُس سے خدا کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں اس لئے کہ خدا کی نشانیاں خدا کی باتوں کے سچ ہونے پر اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پر قائم ہو جائیں خدا کا لڑکا ماننے والوں کی حجت یہ تھی کہ ان کا بظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارے میں سے بولنے لگے تھے۔ یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے پہلے دیکھنے میں ہی نہیں آئی تھیں اور تین میں کا تیسرا اس لئے کہتے تھے کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے ہم نے کیا ہمارا امر ہماری مخلوق ہم نے فیصلہ کیا وغیرہ۔ پس اگر خدا اکیلا ایک ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا میں نے کیا میرا امر میری مخلوق میں نے فیصلہ کیا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ خدا تین ہیں خود خدا اور عیسیٰ اور مریم۔ خدائے تعالیٰ ان ظالموں منکروں کے قول سے پاک اور بلند ہے ان کے تمام عقائد کا بطلان قرآن کریم میں اُترا۔ جب یہ دونوں پادری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کر چکے تو آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ۔ اُنھوں نے کہا ہم نے تو ماننے والے ہیں ہی۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں تمھیں چاہئے کہ اسلام قبول کر لو۔ وہ کہنے لگے ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں فرمایا نہیں تمھارا یہ اسلام قبول نہیں اس لئے کہ تم خدا کی اولاد مانتے ہو صلیب کی پوجا کرتے ہو خنزیر کھاتے ہو انھوں نے کہا اچھا پھر یہ تو فرمایئے کہ حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس پر خاموش رہے اور سورۂ آلِ عمران کی شروع سے لیکر اسّی کے اوپر اوپر تک کی آیتیں ان کے جواب میں نازل ہوئیں۔ ابن اسحاق ان سب کی مختصر سی تفسیر بیان کر کے پھر لکھتے ہیں۔ آپ نے یہ سب تلاوت کر کے اُنھیں سمجھا دیں۔ اس مباہلہ کی آیت کو پڑھ کر آپ نے فرمایا اگر نہیں مانتے تو آؤ مباہلہ کو نکلو۔ یہ سُن کر وہ کہنے لگے اے ابوالقاسمؐ ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم آپس میں مشورہ کرلیں پھر تمھیں اس کا جواب دیں گے۔

ضمیر بیدار ہوگیا

اب تنہائی میں بیٹھ کر انھوں نے عاقب سے مشورہ لیا جو بڑا دانا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اُس نے اپنا حتمی فیصلہ ان الفاظ میں سُنایا کہ اے جماعتِ نصاریٰ تم نے یقین کے ساتھ اتنا تو معلوم کرلیا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے رسول ہیں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقت وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی تم سُن چکے ہو اور تمھیں بخوبی علم ہے کہ جو قوم نبی کے ساتھ ملاعنہ کرتی ہے نہ اُن کے بڑے باقی رہتے ہیں نہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں بلکہ سب کے سب جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یاد رکھو اگر تم نے مباہلہ کے لئے قدم بڑھایا تو تمھارا ستیاناس ہو جائے گا۔ پس یا تو تم اسی دین کو قبول کرلو اور اگر کسی طرح ماننا چاہتے ہی نہیں ہو اور اپنے دین پر اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اپنے ہی خیالات پر قائم رہنا چاہتے ہو تو آپ سے صلح کرلو اور اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ یہ صلاح مشورہ کر کے پھر حاضر دربارِ نبوی ہوئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے ملاعنہ کرنے کے لئے تیار نہیں آپ اپنے دین پر رہئے اور ہم اپنے خیالات پر ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنے صحابیوں میں سے کسی ایسے شخص کو بھیج دیجئے جن سے آپ خوش ہوں کہ وہ ہمارے مالی جھگڑوں کا ہم میں فیصلہ کر دیں۔ آپ لوگ ہماری نظروں میں بہت ہی پسندیدہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا دوپہر کو تم پھر آنا میں تمھارے ساتھ مضبوط امانت دار کو کر دوں گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کسی دن سردار بننے کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے۔ صرف اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعریف کی ہے اس کا مصداق خدا کے نزدیک میں بن جاؤں۔ اسی لئے میں اس روز سویرے سویرے ظہر کی نماز کے لئے چل پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے نمازِ ظہر پڑھائی پھر دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگے میں بار بار اپنی جگہ اونچا ہوا کرتا تھا تاکہ آپ کی نگاہیں مجھ پر پڑیں۔ آپ برابر بغور دیکھتے ہی رہے

یہاں تک کہ نگاہیں حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑیں۔ انھیں طلب فرمایا اور کہا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے اختلافات کا فیصلہ حق سے کر دو۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ تشریف لے گئے[ف] ابن مردویہ میں بھی یہ واقعہ اسی طرح منقول ہے لیکن وہاں سرداروں کی گنتی بارہ کی ہے اور اس واقعہ میں بھی قدرے طول ہے اور کچھ زائد باتیں بھی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل ہے۔ نجرانی سردار عاقب اور سید مُلاعنہ کے ارادے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے لیکن ایک نے دوسرے سے کہا یہ نہ کرو خدا کی قسم اگر یہ نبی ہیں اور ہم نے ان سے ملاعنہ کیا تو ہم اپنی اولادوں سمیت تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ پھر دونوں نے متفق ہو کر کہا کہ حضرت آپ ہم سے جو طلب فرماتے ہیں ہم وہ سب ادا کر دیں گے (یعنی جزیہ دینا قبول کر لیا) آپ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو کر دیجئے اور امین ہی کو بھیجنا بھی۔ آپ نے فرمایا بہتر میں تمھارے ساتھ پورے اور کامل امین کو کر دوں گا اصحاب رسولؐ ادھر اُدھر سے تکنے لگے کہ دیکھیں حضورؐ کسے انتخاب کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے ابو عبیدہ بن جراح رضؓ تم کھڑے ہو جاؤ جب یہ کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ ہیں اس اُمّت کے امین۔ صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ابو جہل ملعون نے کہا۔ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھوں گا تو اس کی گردن توڑ دوں گا۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو سب کے سب دیکھتے کہ فرشتے اُسے دبوچ لیتے۔ اور یہودیوں سے جب قرآن نے کہا تھا کہ آؤ باطل پرستوں کے لئے موت مانگو اگر وہ مانگتے تو یقیناً سب کے سب مرجاتے اور اپنی جگہیں جہنم کی آگ میں دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مباہلے کے لئے نکلتے تو لوٹ کر اپنے مالوں کو اور اپنے بال بچوں کو نہ پاتے۔ صحیح بخاری، ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

ایک واقعہ عبرت خیز نتائج اور اسلام کو قبول نہ کرنے کے اسباب

امام بیہقی رحؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی وفد نجران کے قصہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے ہم اُسے یہاں نقل کرتے ہیں کیونکہ اُس میں بہت سے فوائد ہیں گو اس میں غرابت بھی ہے اور اس مقام سے وہ نہایت مناسبت رکھتا ہے۔ سلمہ بن عبد یسوع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ طٰسٓ سلیمان کے نازل ہونے سے پیشتر اہل نجران کو نامۂ مبارک لکھا جس کی عبارت یہ تھی بِسْمِ اِلٰہِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ مِنْ مُّحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى اُسْقُفِ نَجْرَانَ اَسْلِمْ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكُمْ اِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكُمْ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ وَاَدْعُوْكُمْ اِلٰى وَلَايَةِ اللّٰهِ مِنْ وَلَايَةِ الْعِبَادِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَالْجِزْيَةُ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَذَنْتُكُمْ بِالْحَرْبِ وَالسَّلَامُ۔ یعنی اس خط کو میں شروع کرتا ہوں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ کے خدا کے نام سے یہ خط ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو خدا کے نبی اور رسول ہیں نجران کے سردار کی طرف اللہ تعالیٰ کی میں تمھارے سامنے حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا معبود ہے پھر میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی عبادت کو چھوڑ کر خدا کی عبادت کی طرف آجاؤ اور بندوں کی حاکمیت کو چھوڑ کر خدا کی حاکمیت کی طرف آجاؤ۔ اگر تم اسے نہ مانو تو جزیہ دو اور ماتحتی اختیار کرو اگر اس سے بھی انکار ہو تو تمھیں لڑائی کا اعلان ہے والسلام۔ جب یہ خط اسقف کو پہنچا اور اس نے اسے پڑھا تو بڑا سٹ پٹایا، گھبرا گیا اور تھرانے لگا۔ جھٹ سے شرجیل بن وداعہ کو بلوایا جو قبیلۂ ہمدان کا تھا سب سے بڑا مشیر سلطنت یہی تھا جب کبھی کوئی اہم کام آپڑتا تو سب سے پہلے یعنی ایہم اور سید اور عاقب سے بھی پیشتر اس سے مشورہ ہوتا جب یہ آگیا تو اسقف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اُسے دیا جب اس نے پڑھ لیا تو اسقف نے پوچھا بتاؤ کیا خیال ہے؟

ف ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے انتخاب اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منتخب نہ ہونے سے یہ ہرگز مت خیال کیجئے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں یا کسی دوسرے صحابی میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جیسی امانت و دیانت نہ تھی حاشا وکلا۔ بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان گنے چنے اشخاص میں تھے جن کی رائے، تدبیر، فراست اور سوجھ بوجھ کی بنا پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتے تھے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

شرجیل نے کہا بادشاہ کو خوب علم ہے کہ حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد میں سے خدا کے ایک نبی کے آنے کا وعدہ خدا کی کتاب میں ہے کیا عجب کہ وہ نبی یہی ہو۔ امرِ نبوت میں مَیں کیا رائے دے سکتا ہوں۔ ہاں اگر امورِ سلطنت کی کوئی بات ہوتی تو بیشک میں اپنے دماغ پر زور ڈال کر کوئی بات نکال لیتا۔ اسقف نے انھیں تو الگ بٹھا دیا اور عبداللہ بن شرجیل کو بلایا یہ بھی مشیرِ سلطنت تھا اور حمیر کے قبیلے میں سے تھا اسے خط دیا پڑھایا رائے پوچھی تو اس نے بھی ٹھیک وہی بات کہی جو پہلا مشیر کہہ چکا تھا۔ اسے بھی بادشاہ نے دُور بٹھا دیا۔ پھر جبار بن فیض کو بلایا جو بنو حارث میں سے تھا۔ اس نے بھی یہی کہا جو ان دونوں نے کہا تھا۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ ان تینوں کی رائے متفق ہے تو حکم دیا گیا کہ ناقوس بجائے جائیں، آگ جلادی جائے اور گرجوں میں جھنڈے بلند کر دیے جائیں۔ وہاں کا یہ دستور تھا کہ جب سلطنت کو کوئی اہم کام ہوتا اور رات کو جمع کرنا مقصود ہوتا تو یہی کرتے۔ اور اگر دن کا وقت ہوتا تو گرجوں میں آگ جلادی جاتی۔ اور ناقوس زور زور سے بجائے جاتے۔ اس حکم کے ہوتے ہی چو طرف آگ جلادی گئی اور ناقوس کی آواز نے ہر ایک کو ہوشیار کر دیا اور جھنڈے اونچے دیکھ دیکھ کر آس پاس کے اُس وادی کے تمام لوگ جمع ہو گئے اُس وادی کا طول اتنا تھا کہ تیز سوار صبح سے شام تک دوسرے کنارے پہنچتا تھا اس میں تہتّر گاؤں آباد تھے اور ایک لاکھ بیس ہزار تلوار چلانے والے یہاں آباد تھے۔ جب یہ سب لوگ آ گئے تو اسقف نے اُنھیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پڑھ کر سُنایا اور پوچھا بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ تو تمام عقلمندوں نے کہا کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی عبداللہ بن شرجیل اصبحی اور جبار بن فیض حارثی کو بطور وفد کے بھیجا جائے یہ وہاں سے پختہ خبر لائیں۔ اب یہاں سے یہ وفد ان تینوں کی سرداری کے ماتحت روانہ ہوا مدینہ پہنچکر انھوں نے سفری لباس اُتار ڈالا اور ضمیرہ کے بنے ہوئے ریشمی لمبے لمبے حُلّے پہن لئے اور سونے کی انگوٹھیاں اُنگلیوں میں ڈال لیں اور اپنی چادروں کے پلّے تھامے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہ دیا بہت دیر تک انتظار کیا کہ حضور ؐ کچھ بات چیت کریں لیکن اُن ریشمی حُلّوں اور سونے کی انگوٹھیوں کی وجہ سے آپ نے اُن سے کلام بھی نہ کیا۔ اب یہ لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلے ان دونوں بزرگوں سے ان کی پہلی ملاقات تھی مہاجرین اور انصار کے ایک مجمع میں ان دونوں حضرات کو پالیا ان سے واقعہ بیان کیا کہ تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں خط لکھا ہم اُس کا جواب دینے کے لئے خود حاضر ہوئے، آپ کے پاس گئے، سلام کیا لیکن جواب نہ دیا، پھر بہت دیر تک انتظار میں بیٹھے رہے کہ آپ سے کچھ باتیں ہو جائیں لیکن آپ نے ہم سے کوئی بات نہ کی آخر ہم لوگ تھک کر چلے آئے۔ اب آپ حضرات فرمائیے کہ کیا ہم یونہی واپس چلے جائیں۔ ان دونوں نے حضرت علی بن ابو طالب رضؓ سے کہا کہ آپ ہی انھیں جواب دیجئے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ لوگ اپنے یہ حُلّے اور اپنی یہ انگوٹھیاں اُتار دیں اور وہی سفری معمولی لباس پہن کر حضور ؐ کی خدمت میں دوبارہ جائیں چنانچہ انھوں نے یہی کیا اُسی معمولی لباس میں گئے، سلام کیا آپ نے جواب دیا۔ پھر فرمایا اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے یہ جب میرے پاس پہلی مرتبہ آئے تھے تو ان کے ساتھ ابلیس ؑ تھا اب سوال و جواب بات چیت شروع ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پوچھتے تھے اور جواب بھی دیتے تھے اسی طرح وہ بھی سائل بھی تھے اور مجیب بھی۔ آخر میں انھوں نے پوچھا آپ حضرت عیسیٰ ؑ کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ تاکہ ہم اپنی قوم کے پاس جا کر وہ کہیں ہمیں اس کی خوشی ہے کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کی زبانی سُنیں کہ آپ کا اُن کی بابت کیا خیال ہے تو آپ نے فرمایا میرے پاس اس کا جواب آج تو نہیں تم ٹھیرو تو میرا رب مجھ سے اس کی بابت جو فرمائے گا وہ میں تمھیں سُنا دوں گا۔ دوسرے دن وہ پھر آئے تو آپ نے اُسی وقت کی اُتری ہوئی اس آیت اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی کی کَاذِبِیْنَ ؀ تک تلاوت کر سُنائی۔ اُنھوں نے اس بات کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاعنہ کے لئے حضرت حسن ؓ کو اور حضرت حسین رضؓ کو اپنی چادر میں لئے ہوئے تشریف لائے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ رضؓ آ رہی تھیں اُس وقت آپ کی کئی ایک بیویاں تھیں۔ شرجیل یہ دیکھتے ہی اپنے دونوں ساتھیوں سے کہنے لگا تم جانتے ہو کہ نجران کی ساری وادی میری بات کو مانتی ہے اور میری رائے پر کاربند ہوتی ہے۔ سُنو! خدا کی قسم یہ معاملہ بڑا بھاری ہے اگر یہ شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث کیا گیا ہے تو سب سے پہلے

ؑ کسی نبی اور پیغمبر کو عام انسانوں پر قیاس کرنا کھلی ہوئی غلطی ہے۔ سائنس کا ایک ماہر عالم میں کیا مشاہدات کر رہا ہے۔ عام انسان اس سے قطعاً ناواقف ہیں، یا ایک ڈاکٹر پانی کے چند قطروں میں ہزاروں جراثیم خوردبین سے پکڑ لیتا ہے اسی طرح نبی اور پیغمبر کی نظر وہ کچھ دیکھتی ہے جو ہم اور آپ نہیں دیکھ پاتے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

اس کی نگاہوں میں ہم ہی ملعون ہوں گے اور سب سے پہلے اس کی تردید کرنے والے ہم ہی ٹھیریں گے۔ یہ بات اس کے اور اس کے ساتھیوں کے دلوں سے نہیں جائے گی اور ہم پر کوئی نہ کوئی مصیبت و آفت آئے گی۔ عرب بھر میں سب سے زیادہ قریب ان سے میں ہی ہوں۔ اور سنو! اگر یہ شخص نبی مُرسل ہے تو ملاعنہ کرتے ہی روئے زمین پر ایک بال یا ایک ناخن بھی ہمارا باقی نہ رہے گا۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے کہا پھر اے ابو مریم آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اسی کو ہم حاکم بنادیں جو کچھ یہ حکم دے ہم اُسے منظور کرلیں یہ کبھی بھی خلافِ عدل حکم نہ دے گا۔ اُن دونوں نے اس کی بات تسلیم کرلی۔ اب شرجیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اُس مُلاعنہ سے بہتر چیز جناب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کیا؟ کہا آج کا دن آنے والی رات اور کل کی صبح تک آپ ہمارے بارے میں جو حکم کریں ہمیں منظور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید اور لوگ تمہارے اس فیصلہ کو نہ مانیں۔ شرجیل نے کہا اس کی بابت میرے ان دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمالیجئے۔ آپ نے ان دونوں سے پوچھا انھوں نے جواب دیا کہ ساری وادی کے لوگ انہی کی رائے پر چلتے ہیں وہاں ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے فیصلے کو ٹال سکے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست قبول فرمائی' ملاعنہ نہ کیا اور واپس لوٹ گئے دوسرے دن صبح ہی وہ حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے ایک تحریر انھیں لکھ کر دی جس میں بسم اللہ الخ کے بعد یہ مضمون تھا کہ "یہ تحریر اللہ کے نبی محمد رسول اللہ کی طرف سے نجرانیوں کے لئے ہے ان پر اللہ کے رسول کا حکم جاری تھا ہر پھل میں اور ہر زرد سفید و سیاہ میں اور ہر غلام میں لیکن اللہ کے رسول یہ سب انہی کو دیتے ہیں یہ ہر سال صرف دو ہزار حُلّے دیدیا کریں۔ ایک ہزار رجب میں اور ایک ہزار صفر میں وغیرہ وغیرہ پورا عہد نامہ انھیں عطا فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ وفد ۹ھ ہجری میں آیا تھا اس لئے کہ حضرت زہری رحمہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جزیہ انہی اہل نجران نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا اور جزیہ کی آیت فتح مکہ کے بعد اتری ہے جو یہ ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ الخ اس آیت میں اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہوا ہے ابن مردویہ میں ہے کہ عاقب اور طیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے انھیں ملاعنہ کے لئے کہا اور صبح کو حضرت علی رضہ اور حضرت فاطمہ رضہ اور حضرت حسن رضہ اور حضرت حسین رضہ کو لئے ہوئے آپ تشریف لائے اور انھیں کہلا بھیجا انھوں نے قبول نہ کیا اور خراج دینا منظور کرلیا۔ آپ نے فرمایا اُس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر یہ دونوں "نہیں" کہتے تو ان پر یہی وادی آگ برساتی۔ حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں نَدْعُ اَبْنَآءَنَا الخ والی آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اَنْفُسَنَا سے مراد خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضہ اَبْنَآءَنَا سے مراد حسن رضہ اور حسین رضہ نِسَآءَنَا سے مُراد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مستدرک حاکم وغیرہ میں بھی اس معنی کی حدیث مروی ہے۔ پھر جنابِ باری کا ارشاد ہے یہ جو ہم نے شانِ عیسیٰ بیان فرمائی ہے حق اور سچ ہے اس میں بال برابر کمی زیادتی نہیں۔ اللہ قابلِ عبادت ہے کوئی اور نہیں۔ اور وہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ اب بھی اگر یہ مُنہ پھیر لیں اور دوسری باتوں میں پڑیں تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے باطل پسندوں کو اور مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے انھیں بدترین سزا دے گا' اسے پوری قدرت ہے کوئی اُس سے نہ بھاگ سکے' نہ اس کا مقابلہ کرسکے وہ پاک ہے اور تعریفوں والا ہے ہم اس کے عذابوں سے اُسی کی پناہ چاہتے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلّم ہونے میں) برابر ہے یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور

نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ

اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

تم (ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں

دعوتِ مباہلہ حق اور باطل

یہودیوں' نصرانیوں اور انہی جیسے لوگوں سے یہاں خطاب ہو رہا ہے کلمہ کا اطلاق مفید جملے پر ہوتا ہے جیسے یہاں کلمہ کہہ کر پھر سَوَآءٍ الخ کے ساتھ اس کا وصف بیان کیا گیا ہے سَوَآءٍ کے معنی عدل و انصاف

والا جس میں ہم تم برابر ہیں پھر اس کی تفسیر کی کہ وہ بات یہ ہے کہ ایک خدا ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ نہ کسی بُت کو پوجیں نہ صلیب کو نہ تصویر کو نہ خدا کے سوا کسی اور کو نہ آگ کو نہ کسی چیز کو بلکہ تنہا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو۔ یہی دعوت تمام انبیاء کرام کی تھی جیسے فرمان ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ یعنی تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کیا کرو۔ اور جگہ ارشاد ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ یعنی ہر امت میں رسول بھیجکر ہم نے یہ منادی کرادی کہ خدا کی عبادت کرو اور اس کے سوا سے بچو۔ پھر فرماتا ہے کہ آپس میں بھی ہم خدا کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنالیں۔ ابن جریج رحؒ فرماتے ہیں یعنی خدا کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی اطاعت نہ کریں۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں کسی کو سوائے خدا کے سجدہ نہ کریں۔ پھر اگر یہ لوگ اس انصاف والی دعوت کو بھی قبول نہ کریں تو انھیں اپنی اطاعت گذاری پر گواہ بنالو۔ ہم نے بخاری کی شرح میں اس واقعہ کا مفصل ذکر کر دیا ہے جس میں ہے کہ ابوسفیان جبکہ دربارِ قیصر میں بلوائے گئے اور شاہِ قیصر روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا حال پوچھا تو انھیں باوجود کافر اور دشمن رسولؐ ہونے کے آپ کی خاندانی شرافت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی طرح ہر ہر سوال کا صاف اور سچا جواب دیا یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے اسی باعث قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بدعہدی کرتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا نہیں کرتے لیکن اب ایک معاہدہ ہمارا اُن سے ہوا ہے نہ جانیں اُس میں وہ کیا کریں۔؟ یہاں صرف یہ مقصد ہے کہ ان تمام باتوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پیش کیا جاتا ہے جس میں بسم اللہ الخ کے بعد یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ خط محمد کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرقل کی طرف جو روم کا شاہ ہے خدا کی طرف سے سلام ہو اُسے جو ہدایت کا متبع ہے اس کے بعد اسلام قبول کر سلامت رہے گا' اسلام قبول کر اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر دیگا اور اگر تو نے منہ موڑا تو تمام رئیسوں کا بوجھ تجھ پر رہے گا۔ پھر یہی آیت لکھی تھی امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس سورت یعنی سورۂ آلِ عمران کی شروع سے لیکر اسّی سے کچھ اوپر اوپر تک آیتیں وفدِ نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں سب سے پہلے جزیہ انہی لوگوں نے ادا کیا ہے اور اس میں مطلقاً خلاف نہیں ہے کہ آیت جزیہ فتح مکہ کے بعد اتری ہے پس یہ اعتراض پڑتا ہے کہ جب یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر فتح سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خط میں ہرقل کو یہ آیت کیسے لکھی؟ اس اشکال کے جواب مختلف ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ممکن ہے یہ آیت دو مرتبہ اُتری ہو حدیبیہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وفدِ نجران کے بارے میں شروع سورت سے لیکر اس آیت تک اُتری ہو اور یہ آیت اس سے پہلے اُتر چکی ہو۔ اس صورت میں ابن اسحاق رحؒ کا یہ فرمانا کہ اسّی کے اوپر کچھ آیتیں اسی وفد کے بارے میں اُتری ہیں یہ محفوظ نہ ہو۔ کیونکہ ابوسفیان والا واقعہ سراسر اس کے خلاف ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وفدِ نجران حدیبیہ سے پہلے آیا ہو اور انھوں نے جو کچھ دینا منظور کیا ہو یہ صرف مباہلہ سے بچنے کے لئے بطور مصالحت کے دیا ہو نہ کہ جزیہ دیا ہو اور یہ اتفاق کی بات ہو کہ آیت جزیہ اس واقعہ کے بعد اتری جس میں اُس کی موافقت ہوگئی۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر سے پہلے ایک غزوے میں مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور پانچواں حصہ باقی رکھکر اور حصے لشکر میں تقسیم کردیے پھر اس کے بعد مالِ غنیمت کی تقسیم کی آیتیں بھی اسی کے مطابق اتریں اور یہی حکم ہوا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خط میں جو ہرقل کو بھیجا اس میں یہ بات اسی طرح بطورِ خود لکھی ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہی میں وحی بھی نازل ہوئی ہو جیسے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردے کے حکم کے بارے میں اُسی طرح آیت اُتری اور بدری قیدیوں کے بارے میں انہی کی موافقت میں فرمان باری نازل ہوا اور منافقوں کا جنازہ نہ پڑھنے کی بابت بھی انہی کی بات قائم رکھی گئی۔ اور مقامِ ابراہیم کو مصلےٰ بنانے کی بابت بھی اسی طرح وحی نازل ہوئی عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ الخ یعنی انہی کی موافقت میں اُتری پس یہ آیت بھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی موافقت میں ہی اتری ہو۔ یہ آخری جواب زیادہ مناسب اور برجستہ ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ

اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو (حضرت) ابراہیمؑ کے بارے میں حالانکہ نہیں نازل کی گئی تورات اور انجیل

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

مگر ان کے زمانہ کے بہت (بعد کیا پھر سمجھتے نہیں ہو۔ ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر تو واقفیت تھی

فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ مَا كَانَ

سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ابراہیم (علیہ السلام)

اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۴﴾

نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے۔ لیکن (البتہ) طریق مستقیم والے (یعنی) صاحب اسلام تھے۔ اور مشرکین میں سے (بھی) نہ تھے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵﴾

بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنھوں نے انکا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ ایمان والے اور اللہ

اہل کتاب کی معاندت' حقائق سے ناواقفی کے باوجود ضد اور ہٹ دھرمی

یہودی حضرت ابراہیمؑ کو اپنے میں سے اور نصرانی بھی حضرت ابراہیمؑ کو اپنا ہی کہتے تھے اور آپس میں اس پر بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں دونوں کے دعوے کی تردید کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نجران کے نصرانیوں کے پاس یہودیوں کے علماء آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا جھگڑا شروع ہوگیا۔ ہر فریق اس بات کا مدعی تھا کہ حضرت خلیل اللہؑ ہم میں سے تھے اس پر یہ آیت اُتری کہ اے یہودیو تم خلیل خدا کو اپنے میں سے کیسے بتاتے ہو؟ حالانکہ ان کے زمانے میں نہ موسیٰؑ تھے نہ توراۃ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کتاب توراۃ شریف تو خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد آئے اسی طرح اے نصرانیو! تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی کیسے کہہ سکتے ہو؟ حالانکہ نصرانیت تو ان کے صدیوں بعد ظہور میں آئی کیا تم اتنی موٹی بات سمجھنے کی عقل بھی نہیں رکھتے؟ پھر ان دونوں فرقوں کے اس بے علمی کے جھگڑے پر انھیں خدائے عالم ملامت کرتا ہے کہ اگر تم بحث ومباحثہ دینی امور میں جو تمھارے پاس ہیں کرتے تو بھی خیر ایک بات تھی تم تو اس میں گفتگو کرتے ہو جس میں دونوں کو مطلق علم نہیں۔ تمھیں چاہیے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اُسے اُس علیم خدا کے حوالے کرو جو ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے اور تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے اس لئے فرمایا اللہ جانتا ہے اور تم محض بے خبر ہو۔ دراصل خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے' نہ نصرانی تھے وہ شرک سے بیزار' مشرکوں سے الگ' صحیح اور کامل ایمان والے تھے اور ہرگز مشرک نہ تھے یہ آیت مثل اُس آیت کے ہے جو سورۂ بقرہ میں گذر چکی۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا یعنی یہ لوگ کہتے ہیں یہودی نصرانی بننے میں ہدایت ہے الخ۔ پھر فرمایا کہ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متابعت کے حقدار اُن کے دین پر اُن کے زمانے میں چلنے والے تھے اور اب یہ نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے ساتھ ایماندار کی جماعت جو مہاجرین وانصار ہیں اور پھر جو بھی اُن کی پیروی کرتے ہیں قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کے دلی دوست نبیوں میں سے ہوتے ہیں میرے دلی دوست انبیاء میں سے میرے باپ اور خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (ترمذی وغیرہ) پھر فرمایا جو بھی خدا کے رسول پر ایمان رکھے اُن کا ولی اللہ ہے۔

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶﴾

دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو (دین حق سے) گمراہ کردیں اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے مگر خود اپنے آپ کو اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو اے اہل کتاب

لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ ع ۷ ۵

کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی (مضمون یعنی نبوت محمدیہ) کو غیر واقعی سے اور چھپاتے ہو واقعی بات کو حالانکہ تم جانتے ہو۔ اور بعضے لوگوں نے

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ

اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کیا گیا ہے مسلمانوں پر (یعنی قرآن پر) شروع دن میں اور (پھر) انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا۔

یَرْجِعُوْنَ ۝۱ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰٓى

وہ پھر جاویں۔ اور (صدق دل سے) کسی کے رو برو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے رو برو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ اے محمد آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے ایسی باتیں

اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ

کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا وہ لوگ تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کے نزدیک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اسکو جسے

مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝۲ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝۳

چاہیں عطا فرمادیں اور اللہ بڑی وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔ خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت (و فضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

فریب دہی کی ناکام کوششیں

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ان یہودیوں کے حسد کو دیکھو کہ مسلمانوں سے کیسے کچھ جل کڑھ رہے ہیں۔ اُنھیں بہکانے کی کیا کیا پوشیدہ ترکیبیں کرتے ہیں کیسے کیسے مکر و فریب کے جال بچھاتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت ان تمام چیزوں کا وبال خود ان کی جانوں پر ہے لیکن انھیں اس کا بھی شعور نہیں۔ پھر انھیں ان کی یہ ذلیل حرکت یاد دلائی جا رہی ہے کہ سچائی جانتے ہوئے حق کو پہچانتے ہوئے خدا کی آیتوں سے منکر ہو رہے ہیں۔ باوجود علم کے یہ بد خصلت بھی ان میں ہے کہ حق و باطل کو ملا دیتے ہیں اور ان کی کتابوں میں جو جو صفتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اُن کو چھپا لیتے ہیں۔ بہکانے کی جو صورتیں گھڑتے ہیں اُن میں سے ایک کا بیان ہو رہا ہے کہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ صبح جا کر ایمان لے آؤ، مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھو اور شام کو پھر مرتد بن جاؤ تاکہ جاہل لوگوں کے دل میں بھی خیال گذرے کہ آخر یہ لوگ جو پلٹ گئے تو ظاہر ہے کہ انھوں نے اس دین میں نقصان یا برائی ہی دیکھی ہوگی تو کیا عجب کہ ان میں سے کوئی ہماری طرف ٹوٹ آئے۔ غرض یہ ایک حیلہ جوئی تھی کہ شاید اس سے کمزور ایمان والا لوٹ جائے کہ یہ جاننے بوجھنے والے لوگ جب اس دین میں آئے نمازیں پڑھیں پھر جو اسے چھوڑ دیا تو ضرور یہاں کوئی خرابی اور نقصان دیکھا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ بھروسہ اپنے والوں ہی پر کرو مسلمانوں پر نہ کرو نہ اپنے بھید ان پر ظاہر ہونے دو نہ اپنی کتاب کی باتیں ان پر کھولو جس سے یہ اُن پر ایمان لائیں اور خدا کے ہاں بھی ان کے لئے ہم پر حجت بن جائیں۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اے نبی کہہ دے کہ ہدایت خدا ہی کے ہاتھ ہے وہ مومنوں کے دلوں کو ہر اُس چیز پر ایمان لانے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے جسے خدا نے نازل فرمائی ہو اُنھیں اُن دلائل پر کامل ایمان نصیب ہوتا ہے گو تم نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں چھپاتے پھرو۔ لیکن پھر بھی خوش قسمت لوگ تو آپ کی نبوت کے ظاہر نشان بیک نگاہ پہچان لیں گے۔ اسی طرح وہ کہتے تھے کہ تمہارے پاس جو علم ہے اُسے مسلمانوں پر ظاہر نہ کرو کہ وہ اُسے سیکھ کر تم جیسے ہو جائیں بلکہ اپنی ایمانی قوت کی وجہ سے تم سے بھی بڑھ جائیں یا خدا کے سامنے اُن کی حجت و دلیل قائم ہو جائے یعنی خود تمہاری کتابوں سے وہ تمھیں الزام نہ دینے لگیں اور تم ہی پر تمہاری ہی دلیلیں نہ قائم کرنے لگیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کہہ دو فضل تو خدا کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے سب کام اُسی کے قبضے میں ہیں وہی دینے لینے والا ہے جسے چاہے ایمان عمل اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال کر دے اور جسے چاہے راہِ حق سے اندھا اور کلمۂ اسلام سے بہرا اور صحیح سمجھ سے محروم کر دے اُس کے سب کام حکمت سے ہی ہوتے ہیں وہ وسعت و علم والا ہے۔ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دے وہ بڑے فضل والا ہے۔ اے مسلمانو! بے حد و بے پایاں احسانات تم پر کئے ہیں تمہارے نبی کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور بہت ہی کامل اور ہر حیثیت سے پوری شریعت اُس نے تمھیں دی۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ (دلے مخاطب) اگر تم اسکے پاس ڈھیر کا انبار مال بھی امانت رکھدو تو وہ (مانگنے کے ساتھ ہی) اسکو تمہارے پاس لا رکھے اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اسکے پاس

لَّا یُؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ

وہ بھی تم کو ادا نہ کرے۔ مگر جب تک کہ تم اسکے سر پر کھڑے رہو۔ یہ (امانت کا ادا نہ کرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے (مال کے) بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں

وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾ بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿۷۶﴾

اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں (دل میں) وہ بھی جانتے ہیں (کہ خائن ہم) الزام کیوں نہ ہوگا جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (ایسے)

یہود مالی خیانتوں میں مبتلا ہیں، دین کے سلسلہ میں ان کی خیانت حیرت انگیز کیوں ہو؟

اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو یہودیوں کی خیانت پر تنبیہ کرتا ہے کہ ان کے دھوکے میں نہ آجائیں ان میں بعض تو امانت دار ہیں اور بعض بڑے خائن ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ خزانے کا خزانہ ان کی امانت میں ہو تو جوں کا توں حوالے کر دیں گے پھر چھوٹی موٹی چیز میں وہ بد دیانتی کیسے کریں گے؟ اور بعض ایسے بد دیانت ہیں کہ ایک دینار بھی واپس نہ دیں۔ ہاں اگر ان کے سر ہو جاؤ تقاضا برابر جاری رکھو اور حق طلب کرتے رہو تو خواہ امانت نکل بھی آئے ورنہ ہضم ہی کر جائیں۔ جب ایک دینار پر یہ بد دیانتی ہے تو بڑی رقم کو کیوں چھوڑنے لگے لفظ قنطار کی پوری تفسیر سورت کے اول میں ہی بیان ہو چکی ہے اور دینار تو مشہور ہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت مالک بن دینارؒ کا قول ہے کہ دینار کو اس لئے دینار کہتے ہیں کہ وہ دین یعنی ایمان بھی ہے اور نار یعنی آگ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کے ساتھ لو تو دین، ناحق لو تو نار یعنی آتش دوزخ۔

حسن نیت کی عجوبہ زائیاں، ایک حیرت انگیز واقعہ

اس موقعہ پر اُس حدیث کا بیان کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو صحیح بخاری شریف میں کئی جگہ ہے اور کتاب الکفالہ میں بہت پوری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے کسی اور شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے اُس نے کہا گواہ لاؤ۔ کہا خدا کی گواہی کافی ہے۔ اُس نے کہا ضامن لاؤ۔ اُس نے کہا میں ضمانت بھی خدا ہی کی دیتا ہوں۔ وہ اس پر راضی ہو گیا اور وقت ادائیگی مقرر کر کے رقم دیدی وہ اپنے بحری سفر میں نکل گیا جب کام کاج سے فارغ ہو گیا تو دریا کنارے کسی جہاز کا انتظار کرنے لگا تاکہ جا کر اس کا قرض ادا کر دے لیکن سواری نہ ملی تو اُس نے ایک لکڑی لی اور اُسے بیچ میں سے کھوکھلا کر کے اُس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک خط بھی اُس کے نام رکھ دیا پھر منھ بند کر کے اُسے دریا میں ڈال دیا اور کہا خدایا تو بخوبی جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تیری شہادت پر اور تیری ضمانت پر اور اس نے بھی اس پر خوش ہو کر مجھے دیدیئے۔ اب میں نے ہر چند کشتی ڈھونڈی کہ جا کر اس کا حق مدت کے اندر ہی اندر دیدوں لیکن نہ ملی بس اب عاجز آ کر تجھ پر بھروسہ کر کے میں اسے دریا میں ڈال دیتا ہوں تو اسے اُس تک پہنچا دے یہ دعا کر کے لکڑی کو سمندر میں ڈال کر چلدیا۔ لکڑی پانی میں ڈوب گئی۔ یہ پھر بھی تلاش میں رہا کہ کوئی سواری ملے تو جائے اور اُس کا حق ادا کر آئے۔ ادھر یہ قرض خواہ دریا کے کنارے آیا کہ شاید وہ کسی کشتی میں اس کی رقم لیکر آ رہا ہو جب دیکھا کہ کشتی کوئی نہیں آئی اور جانے لگا تو ایک لکڑی کنارے پر پڑی ہوئی تھی یہ سمجھ کر کہ لیں جلانے کے کام آئے گی گھر جا کر اُسے چیرا تو مال اور خط نکل پڑا پھر قرض لینے والا شخص آیا اور کہا خدا جانتا ہے میں نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی سواری ملے تو آپ کے پاس آؤں اور مدت گذرنے سے پہلے ہی آپ کا قرض ادا کر دوں۔ لیکن کوئی سواری نہ ملی اس لئے دیر لگ گئی۔ اُس نے کہا تو نے جو رقم بھیجی تھی وہ خدا نے مجھے پہنچا دی ہے تو اب اپنی یہ رقم واپس لے جا اور راضی خوشی لوٹ جا۔ یہ حدیث بخاری شریف میں تعلیق کے ساتھ بھی ہے لیکن جزم کے صیغے کے ساتھ اور بعض جگہ سند وار بھی ہے۔ اور کتابوں میں بھی یہ روایت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ امانت میں خیانت کرنے پر حقدار کے حق کو نہ ادا کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز ان کا یہ غلط خیال ہے کہ ان بد دینوں ان پڑھوں کا مال کھا جانے میں ہمیں کوئی حرج نہیں ہم پر یہ مال حلال ہے جس پر خدا فرماتا ہے کہ یہ خدا پر جھوٹ ہے اور اس کا علم خود انھیں بھی ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی ناحق مال کو خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ لیکن یہ بیوقوف خود اپنی من مانی اور دل بھاتی باتیں گھڑ کر شریعت کے رنگ میں انھیں رنگ لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لوگ مسئلہ پوچھتے ہیں کہ ذمی کفار کی مرغی بکری وغیرہ کبھی غزوے کی حالت میں ہمیں مل جاتی ہے تو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ٹھیک یہی اہل کتاب بھی کہتے تھے کہ اُمیوں کے مال کھا لینے میں ہم پر کوئی حرج نہیں۔ سنو جب وہ جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ان کا کوئی مال تم پر حلال نہیں ہاں وہ اپنی خوشی سے دیدیں تو اور بات ہے (عبد الرزاق) سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں جب اہل کتاب سے حضور علیہ السلام نے یہ بات سُنی تو فرمایا دشمنانِ خدا جھوٹے ہیں جاہلیت کی تمام باتیں میرے قدموں تلے مٹ گئیں مگر امانت کہ وہ ہر فاسق و فاجر کی بھی ادا کرنی پڑے گی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لیکن جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور ڈرتا رہے۔ اہل کتاب ہو کر پھر اپنی کتاب کی ہدایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو عہد تمام انبیاء سے بھی ہو چکا ہے اور جس عہد کی پابندی اُن کی امتوں پر بھی ہے پھر اللہ کی حرام کردہ

چیزوں سے اجتناب کرے اس کی شریعت کی اطاعت کرے رسولوں کے خاتم اور انبیاء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری کرے وہ متقی ہے اور متقی خدا کے دوست ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي

یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انھوں نے) کیا ہے اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے اُن لوگوں کو کچھ حصّہ آخرت میں

(۷) الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(وہاں کی نعمت کا) نہ ملے گا اور نہ خدا تعالیٰ اُن سے (لطف کا) کلام فرماویں گے اور نہ انکی طرف (نظر محبت سے) دیکھیں گے قیامت کے روز اور نہ انکو پاک کرینگے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہو

کتمانِ حق پر سزائیں

یعنی جو اہلِ کتاب خدا کے عہد کا پاس نہیں کرتے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں، نہ آپ کی صفتوں کا ذکر لوگوں سے کرتے ہیں، نہ آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں اور اسی طرح جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ان بدکاریوں سے وہ اس ذلیل اور فانی دنیا کا فائدہ حاصل کرتے ہیں اُن کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں، نہ ان سے خدا تعالیٰ کوئی پیار محبت کی بات کرے گا، نہ ان پر رحمت کی نظر ڈالے گا نہ انھیں ان کے گناہوں سے پاک صاف کرے گا بلکہ انھیں جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے گا اور وہاں وہ دردناک سزائیں پائیں گے۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔ (۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جن سے نہ تو خدا کلام کرے گا اور نہ اُن کی طرف قیامت کے دن نظرِ رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا۔ حضرت ابو ذر رضؓ نے یہ سُن کر کہا یہ کون لوگ ہیں؟ یا رسول اللہ یہ تو بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی فرمایا پھر جواب دیا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، جھوٹی قسم سے اپنا سودا بیچنے والا، دے کر احسان جتانے والا۔ مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ (۲) مسند احمد میں ہے ابو احمس فرماتے ہیں میں حضرت ابو ذر رضؓ سے ملا اور ان سے ذکر کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا سنو! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا جبکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لیا ہو تو تم کہو وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ تین قسم کے لوگوں کو خدا دوست رکھتا ہے اور تین قسم کے لوگوں کو وہ دشمن رکھتا ہے تو فرمانے لگے ہاں یہ حدیث میں نے بیان بھی کی ہے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی بھی ہے میں نے پوچھا کس کس کو دوست رکھتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو مردانگی سے دشمنانِ خدا کے مقابلہ میں میدانِ جہاد میں کھڑا ہو جائے یا تو اپنا سینہ چھدوا دے یا فتح کر کے لوٹے۔ اور دوسرا وہ شخص جو کسی قافلے کے ساتھ مسافری میں ہے بہت رات گئے تک قافلہ چلتا رہا جب تھک کر چُور ہو گئے تو اترے سب توڑ کر سو رہے اور یہ جاگتا رہا اور نماز میں مشغول رہا یہاں تک کہ کوچ کے وقت سب کو جگا دیا۔ تیسرا وہ شخص جس کی عادت ہو جو اسے ایذا پہنچانے والا ہو اور یہ اس پر صبر و سہار کرے یہاں تک کہ موت ان دونوں میں جدائی کرے یا سفر۔ میں نے کہا اور وہ تین کون ہیں جن سے خدا ناخوش ہے؟ فرمایا بہت قسمیں کھانے والا تاجر۔ اور تکبر کرنے والا فقیر اور وہ بخیل جس سے کبھی کسی پر احسان ہو گیا ہو تو جتانے بیٹھے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے (۳) مسند احمد میں ہے کندہ قبیلے کے ایک شخص امرؤ القیس بن عامر کا جھگڑا ایک حضرموتی شخص سے زمین کے بارے میں تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرمی اپنا ثبوت پیش کرے اُس کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا اب کندی قسم کھالے تو حضرمی کہنے لگا یا رسول اللہ جب اس کی قسم پر ہی فیصلہ ٹھیرا تو رب کعبہ کی قسم یہ میری زمین لیجائے گا۔ آپ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم سے کسی کا مال پنا کرے گا تو جب وہ خدا سے ملے گا اللہ اس سے ناخوش ہو گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو امرؤ القیس رضؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر کوئی چھوڑ دے تو اسے اجر کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنّت۔ تو کہنے لگے یا رسول اللہ گواہ رہیئے کہ میں نے وہ ساری زمین اس کے نام چھوڑی۔ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔ (۴) مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس سے کسی مسلمان کا مال چھین لے تو خدا سے جب یہ ملے گا خدا اس پر سخت غضب ناک ہو گا۔ حضرت اشعث رضؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرے ہی بارے میں یہ ہے ایک یہودی کی اور میری شرکت میں ایک زمین تھی اُس نے میری زمین کا انکار کر دیا میں اُسے خدمتِ نبوی میں لایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تیرے پاس

کچھ ثبوت ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھالے۔ میں نے کہا حضور یہ تو قسم کھائے گا اور میرا مال لے جائے گا۔ پس اللہ عزّ و جلّ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ (۵) مسند احمد میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی مرد مسلم کا مال بغیر حق کے لے لے وہ خدا سے اس حال میں ملے گا کہ خدائے تعالیٰ اُس سے ناراض ہوگا وہیں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور فرمانے لگے ابو عبدالرحمٰن تم سے کیا حدیث بیان کرتے ہیں؟ ہم نے دوہرادی تو فرمایا یہ حدیث میرے ہی بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ میرا اپنے چچا کے لڑکے سے ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑا تھا جو اس کے قبضہ میں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ہم اپنا مقدمہ لے گئے تو آپ نے فرمایا یا تو تو اپنی دلیل اور ثبوت لا کہ یہ کنواں تیرا ہے ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ میں نے کہا یا حضرت میرے پاس تو کوئی دلیل نہیں اور اگر اس کی قسم پر معاملہ رہا تو یہ تو میرا کنواں لیجائے گا میرا مقابل تو فاجر شخص ہے اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بھی بیان فرمائی اور اس آیت کی بھی تلاوت کی (۶) مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن سے خدائے تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا نہ اُن کی طرف دیکھے گا۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا اپنے ماں باپ سے بیزار ہونے والی اور ان سے بے رغبتی کرنے والی لڑکی اور اپنی اولاد سے بیزار اور الگ ہونے والا باپ اور وہ شخص کہ جس پر کسی قوم کا احسان ہے وہ اس سے انکار کر جائے اور آنکھیں پھیرلے اور اُن سے یکسوئی کرلے (۷) ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا سودا بازار میں رکھا اور قسم کھائی کہ وہ اتنا اتنا بھاؤ دیا جاتا تھا تاکہ کوئی مسلمان اس میں پھنس جائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ صحیح بخاری میں بھی یہ روایت مروی ہے۔ (۸) مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تین شخصوں سے جناب باری تعالیٰ قیامت کے دن بات نہ کرے گا، نہ اُن کی طرف دیکھے گا، نہ انھیں پاک کرے گا اور اُن کے لئے دُکھ درد کے عذاب ہیں۔ ایک وہ جس کے پاس بچا ہوا پانی ہے پھر وہ کسی مسافر کو نہیں دیتا۔ دوسرا وہ جو عصر کے بعد جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرتا ہے۔ تیسرا وہ جو بادشاہ مسلمان سے بیعت کرتا ہے پس اگر وہ اسے مال دے تو وفا کرتا ہے اور اگر نہ دے تو بیعت پوری نہیں کرتا۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۷)

اور بیشک ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (پڑھنے) میں تاکہ تم لوگ اُس (ملائی ہوئی چیز) کو (بھی) کتاب کا جز سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جز نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ (لفظاً یا مطلباً) خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ (کسی طرح) خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔

کلام باری میں ردّ و بدل سب سے بڑا جرم ہے

یہاں بھی انہی ملعون یہودیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کا ایک گروہ یہ بھی کرتا ہے کہ کلام کو اُس کی جگہ سے ہٹا دیتا ہے خدائی کتاب بدل دیتا ہے اصل مطلب اور صحیح معنی خبط کر دیتا ہے اور جاہلوں کو اس چکر میں ڈال دیتا ہے کہ کتاب اللہ یہی ہے پھر یہ خود اپنی زبان سے بھی اُسے کتاب اللہ کہکر جاہلوں کے اس خیال کو اور مضبوط کر دیتے ہیں اور جان بوجھ کر خدا پر افترا کرتے ہیں اور جھوٹ بکتے ہیں۔ زبان موڑنے سے مطلب یہاں تحریف کرنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ یہ لوگ تحریف کرتے تھے اور ازالہ کرتے تھے۔ مخلوق میں ایسا تو کوئی نہیں جو کسی کتاب خدا کا لفظ بدل دے ہاں یہ لوگ تحریف اور بیجا تاویل کرتے تھے۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ توراۃ و انجیل اُسی طرح ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اتاریں ایک حرف بھی ان میں سے نہیں بدلا لیکن یہ لوگ تحریف اور تاویل سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو کتابیں انھوں نے اپنی طرف سے لکھ لی ہیں اور جسے وہ خدا کی طرف سے مشہور کر رہے ہیں ان سے بھی لوگوں کو بہکاتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ خدا کی طرف سے نہیں لیکن خدا کی اصلی کتابیں تو محفوظ ہیں جو بدلتی نہیں (ابن ابی حاتم) حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کا اگر یہ مطلب ہو کہ ان کے پاس اب جو کتاب ہے تو ہم بالیقین کہتے ہیں کہ وہ بدلی ہوئی ہے اور محرف ہے اور زیادتی اور نقصان سے

ہرگز پاک نہیں اور پھر جو زبان عربی میں ہمارے ہاتھوں میں ہے اُس میں تو بڑی خطا ہے اور بہت ہی زیادتی ہے اور کمی بھی اصل سے بہت ہے اور کھلے ہوئے وہم اور صاف صاف غلطیاں موجود ہیں بلکہ دراصل اُسے ترجمہ کہنا زیبا ہی نہیں وہ تو تفسیر اور وہ بھی بے اعتبار تفسیر ہے اور پھر اُن سمجھداروں کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جن میں اکثر بلکہ کل کے کل محض الٹی سمجھ والے ہیں اور اگر حضرت وہبؒ کے فرمان کا یہ مطلب ہو کہ خدا کی کتاب جو درحقیقت خدائی کتاب ہے پس وہ بیشک محفوظ اور مصوّن ہے اُس میں کمی زیادتی ناممکن ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ تم اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرماویں پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (۷۹)

خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ولیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ پڑھتے ہو

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۸۰) ۸ ع ۹ ۱۶

اور نہ یہ بات بتلادے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو۔ کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلاوے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

معبود صرف خداوند ربّ العزت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہودیوں کے اور نجرانی نصرانیوں کے علماء جمع ہوئے اور آپ نے اُنھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ابو رافع قرظی کہنے لگا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبادت کی ہم بھی آپ کی عبادت کریں؟ تو نجران کے ایک نصرانی نے بھی جسے ائیس کہا جاتا تھا یہی کہا کہ کیا آپ کی یہی خواہش ہے؟ اور یہی دعوت ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ نہ ہم خود خدا کے سوا دوسرے کی پوجا کریں نہ کسی اور کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی تعلیم دیں، نہ میری پیغمبری کا یہ مقصد نہ مجھے خدا کا یہ حکم اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ کسی انسان کو کتاب وحکمت اور نبوت ورسالت پا لینے کے بعد یہ لائق ہی نہیں کہ اپنی پرستش کی طرف لوگوں کو بلائے۔ جب انبیائے کرام کا جو اتنی بڑی بزرگی فضیلت اور مرتبے والے ہیں یہ منصب نہیں تو کسی اور کو کب لائق ہے کہ اپنی پوجا پاٹ کرائے اور اپنی بندگی کی تلقین لوگوں کو کرے۔ امام حسن بصری رح فرماتے ہیں۔ ادنیٰ مؤمن سے بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں کو اپنی بندگی کی دعوت دے۔ یہاں یہ اس لئے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ آپس میں ہی ایک دوسرے کو پوجتے تھے قرآن شاہد ہے جو فرماتا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ یعنی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا ہے الخ مسند ترمذی کی وہ حدیث بھی آرہی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ تو ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ وہ ان پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے اور یہ اُن کی مانتے چلے جاتے تھے۔ یہی اُن کی عبادت تھی۔ پس جاہل درویش اور بے سمجھ علماء اور مشائخ اس مذمت اور ڈانٹ ڈپٹ میں داخل ہیں۔ رسولؐ اور ان کی اتباع کرنے والے علمائے کرام اس سے یکسو ہیں اس لئے کہ وہ تو صرف خدائی فرمان اور کلام رسولؐ کی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کاموں سے روکتے ہیں جن سے انبیائے کرام روک گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حضرات انبیاء تو خالق ومخلوق کے درمیان سفیر ہیں حقِ رسالت ادا کرتے ہیں اور خدائی امانت احتیاط کے ساتھ بندگان خدا کو پہنچا دیتے ہیں۔ نہایت بیدار مغزی ہوشیاری، کمال نگرانی اور پوری حفاظت کے ساتھ وہ ساری خدائی کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ احکام خدا کے پہنچانے والے ہوتے ہیں۔

رسولوں کی ہدایت تو لوگوں کو ربانی بننے کی ہوتی ہے کہ وہ حکمتوں والے اور علم والے بن جائیں، سمجھدار اور عابد وزاہد متقی اور پارسا ہیں۔ حضرت ضحاک رح فرماتے ہیں کہ قرآن سیکھنے والوں پر حق ہے کہ وہ با سمجھ ہوں تَعْلَمُوْنَ اور تُعَلِّمُوْنَ دونوں قرأت ہیں پہلے کے معنی ہیں سمجھنے کے دوسرے کے معنی ہیں تعلیم حاصل کرنے کے تَدْرُسُوْنَ کے معنی ہیں الفاظ یاد کرنے کے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ یہ حکم نہیں کرتے کہ خدا کے سوا اور کی عبادت کرو خواہ وہ نبی ہو بھیجا ہوا، خواہ فرشتہ ہو قرب خدا والا۔ یہ تو وہی کر سکتا ہے جو خدا کے سوا دوسرے کی عبادت کی دعوت دے اور جو ایسا کرے اُس نے کفر کیا اور کفر نبیوں کا کام نہیں ان کا کام تو ایمان ہے اور ایمان نام ہے اللہ واحد کی عبادت اور

پرستش کا اور یہی تمام انبیاء کی دعوت ہے۔ جیسے خود قرآن فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں تم سب میری عبادت کرتے رہو۔ اور جگہ فرمان ہے۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے سوا ہر کسی کی عبادت سے بچو۔ اور جگہ ارشاد ہے تجھ سے پہلے تمام رسولوں سے پوچھ لے کہ کیا ہم نے اپنی ذات رحمان کے سوا ان کی عبادت کے لئے کسی اور کو مقرر کیا تھا؟ فرشتوں کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ مَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ الخ ان میں سے اگر کوئی کہدے کہ میں معبود ہوں بجز اللہ کے تو اسے بھی جہنم کی سزا دیں اور اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

پیغمبر آوے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرفداری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا

وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ

اور اس پر میرا عہد قبول کیا وہ بولے ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ

مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝۱ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۲

گواہوں میں سے ہوں سو جو شخص روگردانی کرے گا بعد اس کے تو ایسے ہی لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں۔

میثاق کی یاد دہانی

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدم ؑ سے لیکر حضرت عیسیٰ ؑ تک کے تمام انبیائے کرام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب کبھی اُن میں سے کسی کو بھی خدائے تبارک و تعالیٰ کتاب و حکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اُس کے بعد اُسی کے زمانے میں رسول آجائے تو اُس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و امداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہیں کہ اپنے علم و نبوت پر نظر ڈال کر اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رُک جائے اُن سے کہا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور مجھ سے مضبوط وعدہ کر رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں ہمارا اقرار ہے تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔ اب اس عہد و میثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، سرکش اور بدکار ہے۔ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کردے کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری میں لگ جائے۔ طاؤس حسن بصریؒ اور قتادہ رح فرماتے ہیں نبیوں سے اللہ نے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تفسیر اوپر کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ یہ اُس کی تائید ہے چنانچہ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے لڑکے کی روایت کی طرح حضرت علی رضؓ اور ابن عباسؓ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ میں نے ایک دوست قریظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تورات کی جامع باتیں مجھے لکھدے تو اگر فرمائیں میں اُنھیں پیش کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ حضرت عبد اللہ بن ثابت رح نے کہا کہ تم نہیں دیکھتے کہ آپ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمر کہنے لگے میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، محمد کے رسول ہونے پر خوش ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دور ہوا اور فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر حضرت موسیٰ ؑ تم میں آجائیں اور تم اُن کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو یہ بھی تمہاری گمراہی ہی متصور ہوگی۔ تمام اُمتوں میں سے میرے حصے کی

امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں۔ مسند ابو یعلی میں ہے اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تمہیں راہِ راست کیسے دکھائیں گے بلکہ ممکن ہے تم کسی باطل کی تصدیق کر لو یا کسی حق کی تکذیب کر بیٹھو خدا کی قسم اگر موسیٰ بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو ان کے لئے بھی بجز میری تابعداری کے اور کوئی راہ نہ تھی۔ بعض حدیثوں میں ہے اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور سید الانبیاء ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپ کی نبوت ہوتی آپ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ یہ تھی کہ معراج کے وقت بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام آپ ہی بنائے گئے۔ اسی طرح میدانِ محشر میں بھی خدائے تعالیٰ کو فیصلوں کے لئے لانے میں شفیع آپ ہی ہوں گے یہی وہ مقامِ محمود ہے جو آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں تمام انبیاء اور کل رسول اُس دن اس کام سے مُنھ پھیر لیں گے بالآخر آپ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے خدا تعالیٰ اپنے درود و سلام آپ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے قیامت تک آمین۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا

کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقہ کو چاہتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور بے اختیاری سے

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جاویں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا اور اس پر جو ابراہیمؑ

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ

و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا

مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَن

اُن کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں اور جو شخص

يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾

اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا۔ اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

اسلام کے علاوہ کوئی دین مقبول نہیں

اللہ تعالیٰ کے سچے دین کے سوا جو اس نے اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی معرفت نازل فرمایا ہے یعنی صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرنا کوئی شخص اور دین کی تلاش کرے اور اُسے مانے اُس کی تردید یہاں بیان ہو رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں اس کے مطیع ہیں خواہ خوشی سے ہوں خواہ ناخوشی سے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا الخ۔ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق خدا کے سامنے سجدے کرتی ہے اپنی خوشی سے یا جبراً۔ اور جگہ ہے أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ الخ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ تمام مخلوق کے سائے دائیں بائیں جھک کر خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتی ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمینوں کے کل جاندار اور سب فرشتے کوئی بھی تکبر نہیں کرتا سب کے سب اپنے اوپر والے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم دیئے جائیں بجالاتے ہیں۔ پس مؤمنوں کا تو ظاہر باطن، قلب و قالب دونوں خدائے تعالیٰ کے مطیع اور اُس کے فرمانبردار ہوتے ہیں اور کافر بھی خدا کے قبضے میں ہے اور جبراً خدا کی جانب جھکا ہوا ہے اُس کے تمام فرمان اس پر جاری ہیں اور وہ ہر طرح قدرت و مشیتِ خدا کے ماتحت ہے کوئی چیز بھی اُس کے غلبے اور قدرت سے باہر نہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب حدیث نقل بھی کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمانوں والے تو فرشتے ہیں جو بخوشی خدا کے فرمان گذار ہیں اور زمین والے وہ ہیں جو اسلام پر پیدا ہوئے ہیں یہ بھی بر شوق تمام خدا کے زیرِ فرمان ہیں۔ اور ناخوشی سے ماتحت وہ ہیں جو لوگ

مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں میدانِ جنگ میں قید ہوتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے لائے جاتے ہیں یہ لوگ ہیں جو جنّت کی طرف گھسیٹے جاتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے تیرے رب کو اُن لوگوں سے تعجب ہوتا ہے جو جنّت کی طرف کھینچے جاتے ہیں زنجیروں اور رسیوں میں باندھ کر۔ اس حدیث کی اور سند بھی ہے لیکن اس آیت کے معنی تو وہی زیادہ قوی ہیں جو پہلے بیان ہوئے۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں یہ آیت اس جیسی ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ وقت ہے جب روزِ ازل میں تمام انسانوں سے میثاق اور عہد لیا تھا۔ اور سب اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے یعنی قیامت والے دن۔ اور ہر ایک کو وہ اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

پھر فرماتا ہے تو کہہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور قرآن پر اور ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام پر جو صحیفے اور وحی اُتری ہم اُس پر بھی ایمان لائے اور اُن کی اولادوں پر جو اُترا اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ اَسْبَاط سے مراد بنو اسرائیل کے قبائل ہیں حضرت یعقوب ع کی نسل میں سے تھے۔ یہ حضرت یعقوب ع کے بارہ بیٹوں کی اولاد تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل۔ اور بھی جتنے انبیائے کرام خدا کی طرف سے کچھ لائے ہمارا اُن سب پر ایمان ہے ہم اُن میں کوئی تفریق اور جدائی نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔ بلکہ ہمارا سب پر ایمان ہے اور ہم خدا کے فرمان گذار ہیں۔ پس اس امت کے مؤمن تمام انبیاء اور کل خدائی کتابوں کو مانتے ہیں۔ کسی کے ساتھ کفر نہیں کرتے۔ ہر کتاب اور ہر نبی کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دینِ خدا کے سوا جو شخص کسی اور راہ چلے اس کے اعمال اور بظاہر اچھے کام کبھی قبول نہ ہوں گے اور آخرت میں وہ نقصان میں پڑا۔ جیسے صحیح حدیث میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن اعمال آئیں گے۔ نماز آکر کہے گی کہ خدایا میں نماز ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اچھی چیز ہے۔ صدقہ آئے گا اور کہے گا پروردگار میں صدقہ ہوں۔ جواب ملے گا تو بھی خیر ہے۔ روزہ آکر کہے گا میں روزہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی بہتر ہے۔ پھر اسی طرح اور اعمال بھی آتے جائیں گے اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا۔ پھر اسلام آئے گا اور کہے گا خدا تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں۔ اللہ فرمائے گا تو خیر پر ہے۔ آج تیرے ہی باعث میں پکڑوں گا اور تیری وجہ سے میں انعام دوں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ الاٰيہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے اور اس کے راوی حسن کا حضرت ابو ہریرہ رضی سے سُننا ثابت نہیں۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں

وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ

اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے ایسے لوگوں کی

جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ اِلَّا

اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جاوے گی ہاں مگر

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو لوگ توبہ کر لیں اس کے بعد اور اپنے کو سنوار لیں سو بیشک خدا تعالیٰ بخشنے والے رحمت کرنے والے ہیں

ف یعنی جس نے اسلام اختیار کیا ہوگا ان کی نجات ہے اور جنھوں نے اسلام سے روگردانی کی ہے وہ آج خدا تعالیٰ کے عذاب و محن میں مبتلا ہوں گے ۱۲ انظر شاہ کشمیری

صدق دل سے توبہ بہرحال قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک انصاری مرتد ہو کر مشرکین میں جا ملا پھر پچھتانے لگا اور اپنی قوم سے کہلوایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کیا میری توبہ پھر بھی قبول ہو سکتی ہے؟ ان کے دریافت کرنے پر یہ آیتیں اُتریں اس کی قوم نے اُسے کہلوا بھیجا وہ پھر توبہ کر کے نئے سرے سے مسلمان ہو کر حاضر ہو گیا (ابن جریر) نسائی، حاکم اور ابن حبان میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ امام حاکم رح اسے صحیح الاسناد کہتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حارث بن سوید رضؓ نے اسلام قبول کیا پھر کفار سے مل گیا اور اسلام سے پھر گیا اس کے بارے میں یہ آیتیں اُتریں۔ اس کی قوم کے ایک شخص نے یہ آیتیں اُسے پڑھکر سُنائیں تو اُس نے کہا جہاں تک میرا خیال ہے خدا کی قسم تو سچا ہے اور اللہ کے نبی تو تجھ سے بہت ہی زیادہ سچے ہیں اور خدائے تعالیٰ سب سچوں سے زیادہ سچا ہے۔ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آئے، اسلام لائے اور بہت اچھی طرح اسلام کو نبھایا بَیِّنَاتٌ سے مراد رسول کی تصدیق پر حجتوں اور دلیلوں کا بالکل واضح ہو جانا ہے۔ پس جو لوگ ایمان لائے رسول کی حقانیت مان چکے، دلیلیں دیکھ چکے پھر شرک کی اندھیروں میں گر گئے یہ لوگ مستحق ہدایت نہیں کیونکہ آنکھوں کے ہوتے اندھے بن جانے کو انھوں نے پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ حد سے گذرنے والوں کی رہبری نہیں کرتا انھیں خدا لعنت کرتا ہے اور اس کی مخلوق بھی۔ جو لعنت دائمی ہے۔ نہ تو کسی وقت ان کے عذابوں میں تخفیف ہوگی نہ موقوفی۔ پھر اپنا لطف و احسان، رافت و رحمت کا بیان فرماتا ہے کہ اس بدترین جرم کے بعد بھی جو میری طرف جھکے اور اپنے بداعمال کی اصلاح کرے میں بھی اُس سے درگذر کر لیتا ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
بیشک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور ایسے لوگ
الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم
پکے گمراہ ہیں بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ مر بھی گئے حالتِ کفر ہی میں سو ان میں سے کسی کا
۹ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾
ع ۱۱ ۱۷ زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا اگرچہ معاوضہ میں اس کا دینا بھی چاہے ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور ان کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے۔

ایک وقت ایسا بھی ہے کہ توبہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں

ایمان کے بعد کفر کرنے والوں کو پھر اُسی کفر پر مرنے والوں کو پروردگارِ عالم ڈرا رہا ہے کہ موت کے وقت کی تمھاری توبہ قبول نہ ہوگی۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ الخ آخر دم تک یعنی موت کے وقت تک گناہوں میں مبتلا رہنے والے موت کو دیکھکر جو توبہ کریں وہ خدا کے ہاں قبول نہیں الخ۔ اور یہی یہاں ہے کہ ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور یہی لوگ وہ ہیں جو راہِ حق سے بھٹک کر باطل راہ پر لگ گئے، حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے پھر مرتد ہو گئے، پھر اسلام لائے، پھر مرتد ہو گئے، پھر اپنی قوم کے پاس آدمی بھیجکر دریافت کیا کہ کیا اب بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس پر یہ آیت اُتری (بزار) اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ کفر پر مرنے والوں کی کوئی نیکی قبول نہیں گو اُس نے زمین بھر کر سونا خدا کی راہ میں خرچ کیا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جدعان جو بڑا مہمان نواز غلام آزاد کرنے والا اور خیر خیرات کرنے والا شخص تھا کیا اُسے اُس کی یہ نیکی کام آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اُس نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ نہیں کہا یعنی اے میرے رب میری خطاؤں کو قیامت والے دن بخش۔ جس طرح اس کی خیرات نامقبول ہے اسی طرح فدیہ اور معاوضہ بھی۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ ان سے نہ بدلہ مقبول، نہ انھیں سفارش کا نفع۔ اور فرمایا لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ اس دن نہ خرید و فروخت ہے، نہ مودت و محبت۔ اور جگہ ارشاد ہے إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم الخ یعنی اگر کافروں کے پاس زمین میں جو کچھ ہے ہو اور اتنا ہی اور بھی ہو پھر وہ اُس سب کو قیامت کے عذابوں کے بدلے فدیہ دیں تو بھی نامقبول ہے اُن تکلیف والے المناک عذابوں کو سہنا ہی پڑے گا یہی مضمون یہاں بھی بیان فرمایا گیا ہے

بعضوں نے وَلَوِ افْتَدٰى کی واؤ کو زائد کہا ہے لیکن واؤ کو عطف کی ماننا اور وہ تفسیر کرنا جو ہم نے کی بہت بہتر ہے واللہ اعلم۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کے عذاب سے کفار کو کوئی چیز نہیں چھڑا سکتی گو وہ بڑے نیک اور نہایت سخی ہوں گو زمین بھر سونا راہِ خدا میں لٹائیں یا پہاڑوں اور ٹیلوں مٹی اور ریت نرم زمین اور سخت زمین خشکی اور تری کے ہم وزن سونا عذاب کے بدلے دینا چاہیں یا دیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنمی سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ زمین پر جو کچھ ہے اگر تیرا ہو جائے تو کیا تو ان سب کو اپنی سزاؤں کے بدلے اپنے فدیے میں دے ڈالے گا وہ کہے گا ہاں تو جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھ سے بہ نسبت اس کے بہت ہی کم چاہا تھا میں نے تجھ سے اُس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ آدمؑ کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا لیکن تو بے شرک کیے نہ رہا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی دوسری سند کے ساتھ ہے۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک جنتی کو لایا جائے گا اور اُس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہو تم نے کیسی جگہ پائی وہ جواب دے گا خدایا بہت ہی بہتر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اور جو کچھ مانگنا ہو مانگو دل میں جو تمنا ہو کہو۔ تو یہ کہے گا باری تعالیٰ مجھے صرف یہی تمنا ہے اور میرا ایک یہی سوال ہے کہ مجھے دنیا میں پھر بھیجد یا جائے میں تیری راہ میں جہاد کروں اور پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں پھر شہید کیا جاؤں دس مرتبہ ایسا ہی ہو کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت اور شہید کے مرتبے دیکھ چکا ہے۔ اسی طرح ایک جہنمی کو بلایا جائے گا اور اس سے خدائے تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تو نے اپنی جگہ کیسی پائی وہ کہے گا خدایا بہت ہی بری۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا ساری زمین بھر کو سونا دے کر ان عذابوں سے چھوٹنا تجھے پسند ہے۔ وہ کہے گا ہاں باری تعالیٰ۔ اُس وقت جناب باری عزّ اسمہٗ فرمائے گا تو جھوٹا ہے میں نے اس سے بہت ہی کم اور بالکل آسان چیز تجھ سے طلب کی تھی لیکن تو نے اُسے بھی نہ کیا چنانچہ وہ جہنم میں بھیجد یا جائے گا۔ پس یہاں فرمایا ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہیں اور کوئی انھیں ان دردناک عذابوں سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے نجات دے۔ آمین)۔

ف یعنی اسلام، خدا کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان و یقین اور شرک سے پرہیز۔ یہ معمولی مطالبے کئے گئے تھے جب ان مطالبات کو پورا نہیں کیا گیا تو اب جہنم کے علاوہ کفار و مشرکین کا اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

اَلحمدُ لِلّٰہ اُردو تفسیر ابن کثیر کا تیسرا پارہ ختم ہوا

مکتبہ فیض القرآن دیوبند کی عظیم رعایت سے فائدہ اٹھایئے

"مکتبہ فیض القرآن" نے تفسیر ابن کثیر اردو کی اشاعت کے سلسلے کو زیادہ عام کرنے کے لئے فیصلہ کیا ہے کہ تفسیر ابن کثیر کے ہر ممبر کو درج ذیل کتابوں نیز مطبوعات دیوبند پر (درسی و غیر درسی) دو آنے فی روپیہ کی رعایت پیش کی جائے گی۔ آرڈر کے ہمراہ ممبری نمبر تحریر کرنا نہ بھولئے۔

تفسیر فیض الرحمن رعایتی ہدیہ	دو روپے	۱۶	پیغمبر انسانیت	چھ آنے
بہشتی زیور مکمل مدلل دو جلدوں میں	بارہ روپے	۱۷	قومی زبان	چھ آنے
قصص القرآن کامل چہار جلد	ساڑھے تیس روپے	۱۸	تواریخ حبیب الٰہ	ایک روپیہ بارہ آنے
اشاعتِ اسلام کامل	چھ روپے	۱۹	تعلیم الدین	ایک روپیہ
غلامانِ اسلام	پانچ روپے	۲۰	خصائل نبوی	چھ روپے
حیات انور	چار روپے	۲۱	قصص الانبیاء	چھ روپے
تذکرۃ الاعزاز	ایک روپیہ	۲۲	تقریر بخاری	تین روپے
عورت اور اسلام	تین روپے	۲۳	بخاری شریف کامل اردو	چوبیس روپے
کلید روزگار	ایک روپیہ	۲۴	بدعت کیا ہے؟	تین روپے
تجلیات کعبہ	تین روپے	۲۵	تاریخ دیوبند	دو روپے
تجلیاتِ مدینہ	ڈھائی روپے	۲۶	قرآن اور تعمیر سیرت	پانچ روپے
حقیقتِ ذکر	تین روپے	۲۷	سائنس اور اسلام	چار روپے
نبضِ دوراں (علامہ صابری)	ساڑھے تین روپے	۲۸	مصابیح التراویح	چار روپے
آسان عربی ترجمہ	دو روپے	۲۹	ردِ مودودیت کامل سٹ	چودہ روپے
شریعت اور تصوف	آٹھ آنے	۳۰	ارشادات	پانچ روپے

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یوپی

صحیح بخاری شریف مع مکمل مترجم و بہترین اردو ترجمہ

مکتبہ

فیض القرآن دیوبند کا دوسرا شاندار کارنامہ

مکتبہ فیض القرآن دیوبند اپنے پہلے پروگرام کے تحت قرآن مجید کی شہرۂ آفاق تفسیر "تفسیر ابن کثیر" اردو کا ایک ایک پارہ پوری پابندی وقت کے ساتھ ہر ماہ شائع کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مکتبہ کا دوسرا پروگرام **صحیح بخاری شریف کامل اردو** کی اشاعت ہے۔ اس کے تیس پارے ماہ بماہ ایک ایک پارہ کی شکل میں شائع ہوتے رہیں گے۔

- فخر دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کا وہ گرانقدر مجموعہ جو امام عالی مقام امیر المومنین فی الحدیث ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے منتخب فرما کر سولہ سال میں مرتب فرمایا ہے۔
- قرآن مجید کے بعد دنیا کی وہ مستند ترین اور لاثانی کتاب جس میں قطعی سچی احادیث کا وہ جلیل القدر عظیم الشان علمی خزانہ پوشیدہ ہے جو اسلام کی روح رواں ہے۔
- سابقہ تراجم کی خامیوں کے پیش نظر ترجمہ اردو بھی زیادہ دقت نظر صحت فکر کا محتاج تھا اور حواشی و تشریح کا ایک بہترین خلاصہ بھی ضروری تھا۔ مکتبہ نے مستند علماء کی خدمات حاصل کر کے اکابر علماء امت کی نگرانی میں اس اہم خدمت کی تکمیل کا عزم کیا ہے، سفید کاغذ۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات ۲۰×۳۰ سائز، کتابت و طباعت معیاری۔

ھدیہ دو روپے فی پارہ۔ محصولڈاک ایک روپیہ فی پارہ، یہ رعایت صرف ممبران کے لئے مخصوص ہے۔ عام ہدیہ تین روپے

فیس ممبری اس سلسلہ کی دائمی شرکت کیلئے صرف ایک روپیہ کا منی آرڈر ارسال فرما کر ممبر بن جائیے۔ ممبران کی خدمت میں ہر ماہ صحیح بخاری شریف اردو کا ایک پارہ ذریعہ وی پی تین روپے ارسال کیا جاتا رہے گا۔ لیکن اگر آپ پانچ دوست مل کر ہر پارے کے ہر ماہ پانچ نسخے یکجا منگائیں گے تو رعایتی وی پی مع ڈاک خرچ تیرہ روپے (۱۳) کی ارسال ہوگی۔ اس شکل سے یہ بے نیاز علمی خزانہ بہت معمولی رقم میں رفتہ رفتہ ہر شخص کے پاس پہنچ جائے گا۔

دیگر تفصیلات کیلئے فوراً لکھئے

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور یوپی

آج ہی ممبر بنئے اور ممبر بنائیے